شہید
شان
حسن وحسین
رضی اللہ عنہما
سیرت حسن وحسین، مقام حسن وحسین، واقعہ کربلا، شہدائے کربلا، قاتلین حسین،
حسن وحسین اور اہل حدیث، تعارف اہل بیت سمیت کئی اہم نکات پر مشتمل علمی وتحقیقی کاوش
www.KitaboSunnat.com
تالیف
ابو الحسن عبد المنان راسخ
علوی
راسخ اکیڈمی
بانی مولانا حکیم عبد الرحمن راسخ رحمۃ اللہ علیہ

۹۰

مفید اضافہ شدہ جدید ایڈیشن

سیرتِ حسن وحسین، مقامِ حسن وحسین، واقعہ کربلا، شہدائے کربلا، قاتلین حسین،
حسن وحسین اور اہل حدیث، تعارف اہل بیت سمیت کئی اہم نکات پر مشتمل علمی وتحقیقی کاوش

تالیف

العبد الفقیر الی اللہ الغنی

عبدالمنان راسخ

خادم السنۃ النبویۃ الشریفۃ

مرکز معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
التعلیمیۃ والتربویۃ

راسخ اکیڈمی

بانی مولانا حکیم عبدالرحمن راسخ رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت............جنوری 2008ء

نام کتاب

مؤلف

عبدالمنان راسخ

1

راسخ اکیڈمی

غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
نیو عاصم ٹاؤن، نزد واپڈا دفتر، فیصل آباد

فون: 0300-6686931

کھلتی پتیاں

یاد رہے!

مصنف کی دیگر علمی و تحقیقی اور تربیتی و اصلاحی کتب کا مطالعہ کرنا ہرگز نہ بھولئے!

ایک سیّد کے قلم سے

افراط و تفریط کی بجائے راہ اعتدال کی دعوت تمام شرائع سماویہ کی بنیاد رہی ہے۔ چونکہ انسانیت کی فوز و فلاح غلو سے احتراز اور میانہ روی میں مضمر ہے۔ بنا بریں انبیاء کرام علیہم السلام جیسی پاکباز ہستیوں نے اپنی امتوں کو اسی کی تلقین فرمائی مگر انسان اکثر و بیشتر اسی جانب راغب ہوتا ہے جدھر سے شریعت اسے منع کرتی ہے جیسا کہ ارشادِ رب العالمین ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔

عقائد و اخلاق اور عبادات و معاملات کے ہر پہلو میں اور ہر سطح پر انسان کا نفس امارہ اس کو منہیات اور ممنوعات کے ارتکاب پر ہی اکساتا ہے۔ نفس امارہ کی خواہشات کی تکمیل نہایت مذموم حرکت اور گھٹیا عمل ہے جس کے متعلق اللہ رب العزت نے فرمایا:

اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَکُوۡنُ عَلَیۡہِ وَکِیۡلًا

مگر کامیاب و کامران وہ فرد ہے جس نے اتباع نفس کی بجائے اپنے خالق و مالک کو مطاع جانتے ہوئے اس کی ہدایات و تعلیمات کو اپنایا اور اس کے احکامات و اوامر کے سامنے سر جھکایا۔

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا؟
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

افسوس صد افسوس!

کہ یہود و نصاریٰ نے اہل کتاب ہونے کے باوجود منصب نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے اور وحی و شریعت کی حقانیت کا اعتراف کرنے کے باوجود راہ اعتدال کو چھوڑ کر

افراط و تفریط کے راستے پر چلنا پسند کیا۔ نصاریٰ اپنے اکابرین اور بزرگانِ دین کی محبت و عقیدت اور تعظیم و توقیر میں اس قدر آگے بڑھے کہ اعتدال کی حدود سے نکل کر غلو کی دلدل میں پھنس گئے بالآخران کا انجام یہ ہوا کہ

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ...... الآیة

جبکہ ان کے پیشرو یہود نے گستاخی و بے ادبی کو اپنا وتیرہ بنالیا اپنے ہی محسنوں کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا ان کا محبوب مشغلہ ٹھہرا۔ حتیٰ کہ وہ اس نوبت کو پہنچے کہ

﴿یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ...... الآیة﴾

چنانچہ ان کے متعلق ارشادِ الٰہی ہوا:

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ الخ

امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والسلام کو پاکیزہ دعاء سکھائی گئی جو پانچوں نمازوں میں بار بار دھرائی جاتی ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ آمین

الٰہی! ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کی جن پر غضب ہوا۔ (یہود) اور ان کی جو گمراہ ہوئے (نصاریٰ)

آہ صد آہ! آج اس قدر واضح اور پاکیزہ دعا کرنے والی بہترین امت بھی راہ اعتدال کے مالک بننے کی بجائے افراط و تفریط کی پگڈنڈیوں پر چل نکلی۔ شاہراہِ کتاب و سنت کو چھوڑ کر جاہلانہ تعصب و حمیت کے سنگلاخ راستے کو اپنانے میں لذت محسوس کرنے لگی اور یہود و نصاریٰ کی روش کو اپنا لیا۔ جس کے نتیجے میں خانودہ نبوت کو ایک گروہ نے محبت و عقیدت کے نام پر درجہ معصومیت پر فائز کر دیا تو اس کے ردعمل میں دوسرے گروہ نے ان کی رفعت و عظمت اور بزرگی و برتری گھٹانے میں ''تحقیقی زور'' لگاتے لگاتے ''زور'' سے بھی

گریز نہیں کیا۔ ان افراد پر حیرت ہوتی ہے جو فقہی مسائل میں خود کتاب و سنت کی اتباع اور اطاعت کرنے پر زور دعوت دیتے ہیں۔ جو فرد ان کے نکتہ نظر کے مطابق معمولی سا بھی منحرف دکھائی دے وہ قابل مواخذہ و ملامت ہوتا ہے مگر ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی عظمت و جلالت اور شرف و عزت کے بیان پر مبنی واضح آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ ﴿علی صاحبها افضل الصلاۃ والسلام﴾ پر ان کی توجہ مبذول نہیں ہوتی؟ حدیث نبوی ﷺ ﴿قولوا آمین﴾ آمین کہو پر عمل کرنا ایک مسلمان ''اہل حدیث یا اہل سنت'' کے لیے نہایت ضروری ہے مگر ﴿أَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي﴾ میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ پر عمل کرنا ''شاید لازمی'' نہیں ہے۔ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ﴾ رسول اللہ ﷺ رفع الیدین فرماتے تھے یعنی رفع الیدین آپ ﷺ کی سنت ہے۔ یہ عمل تو یاد رہتا ہے یاد رہنا چاہیے۔

مگر ''اہل حدیث'' اور ''اہل سنت'' کو ساتھ وہ عمل بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ ﷺ نے دورانِ خطبہ سیدنا حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو صحن مسجد نبوی ﷺ میں گرتے ہوئے دیکھا تو خطبہ منقطع کرتے ہوئے منبر سے اتر کر بے تابی کے عالم میں خود صحن میں پہنچ کر نواسوں کو اٹھایا اور منبر نبوی ﷺ پر اپنے ساتھ لا کر بٹھایا اور دوبارہ منبر پر تشریف فرما ہو کر سلسلہ کلام کو جاری رکھا۔

یہ امر نہایت باعث تشویش ہے کہ گزشتہ چند برسوں سے ''خارجی فتنہ'' کے جراثیم پھیل رہے ہیں اور بعض عاقبت نا اندیش نام نہاد تحقیق کے عنوان سے رسول اکرم ﷺ کے اہل بیت اطہار کو تختہ مشق بنانے کی سعی نا مشکور میں مصروف ہیں۔ جن کی محبت و عقیدت اللہ و رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا اور مومن کے ایمان کی علامت اور دلیل ہے اور جس گھرانے کی عزیمت اور استقامت، اخلاص و للّٰہیت اور زہد و ورع، دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت اور جدو جہد سے ہی ہم تک دین پہنچا۔ ہمیں ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ ہمیں قرآن کریم اور حدیث شریف کا عظیم ورثہ ملا۔ اس خاندان کا استحقاق ہے کہ اس کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے محبت کی جائے۔ ان کے آداب کے تقاضے بجالائے جائیں۔ ان کا تذکرہ نہایت ادب و احترام اور محبت و عقیدت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ ان کے کردار و عمل

کو اپنے لیے مشعل راہ بنایا جائے۔ ان کی بابت گستاخانہ لب ولہجہ اختیار کرنا اور دشنام طراز قلم چلانا موجب ذلت و رسوائی، حد درجہ جہالت وضلالت اور نہایت بد دیانتی اور بے دینی ہے۔

با ادب، زندیق صدیقے شود
بے ادب صدیق زندیقے شود

اہل بیت سے محبت کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر تا امروز مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ محدثین عظام نے کتب حدیث میں اہل بیت اطہار کے مناقب وفضائل بیان کرنے کے لیے مستقل ابواب ترتیب دیئے۔ اس عنوان کے تحت بیسیوں مستقل کتابیں تالیف فرمائیں۔ ان کے اظہار عقیدت کے لیے پاک و ہند کے اکابر علماء اہلحدیث نے اپنے ناموں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسوں کے اسماء گرامی کو مرکب کیا۔ ذرا غور فرمائیں!

نواب صدیق الحسن القنوجی ☆ شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی ☆ مولانا محمد حسین بٹالوی۔ اسی طرح داماد رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ☆ شوہر فاطمہ بتول (رضی اللہ عنہا) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام بھی ان کے ہاں نہایت محبوب، مقبول اور محترم تھا۔ جس کا انداز بھی ان کے ناموں سے ہوتا ہے۔

مولانا یحییٰ علی/ مولانا ولایت علی ☆ مولانا عنایت علی ☆ مولانا محمد علی لکھوی۔ علی ھذا القیاس!

میرے لیے یہ امر نہایت فرح وانبساط کا باعث ہے کہ ایک نوجوان عالم دین مولانا حافظ عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب سے متعلقہ احادیث مبارکہ کو جمع کیا۔ اصول تخریج کو ملحوظ رکھا۔ روایات کی صحت کا اہتمام کیا اور نہایت دلآویز عنوانات ترتیب دیئے۔ احادیث شریفہ کا اردو ترجمہ نہایت سلیس اور عمدہ اسلوب میں کیا اور تشریحی نکات اس انداز میں مرتب کیے ہیں کہ جن کے مطالعہ کے بعد ایک صاحب ذوق یقیناً جہاں ایمان کی چاشنی محسوس کرے گا وہاں اس کے سامنے ''خارجی ذہنیت'' کے پھیلائے ہوئے متعدد شکوک وشبہات کا پردہ بھی (ان شاء اللہ العزیز) چاک

ہوگا۔

مرتب موصوف کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے مزید بہرہ ور فرمائے۔ان کی اس علمی کاوش کو بارآور فرمائے۔ بندوں کی ہدایت کا سامان بنائے اور ان کے لیے توشہ آخرت بنائے اور ان کے والد گرامی برادرِ حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن راسخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین جو کہ بہترین مبلغ، موثر خطیب، دین حق کے بے لوث داعی، مہمان نواز، ملنسار، خوش گفتار اور با اخلاق اور باعمل عالم دین تھے۔

کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے تھے۔ جب خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرماتے تو سامعین پر وجد طاری ہوجاتا تھا اور دینی اشعار مترنم انداز میں پڑھتے تو لوگ عش عش کر اٹھتے۔ابھی جوانی کی دہلیز سے نکل کر پختہ عمر کی حدود میں داخل ہوئے تھے کہ مالک حقیقی کا بلاوا آ گیا اور وہ لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مگر عزیزم مولانا حافظ عبدالمنان راسخ ﷾ کی شکل صورت میں ان کی باقیات صالحات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بہن بھائیوں سمیت ہر شر سے محفوظ رکھے اور تازندگی دین حنیف کا خادم بنائے اور اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کرے۔ آمین

کتبہ

سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

جامعۃ البدر ،ساھیوال

(ایم اے گولڈ میڈلسٹ پنجاب یونیورسٹی، فاضل انٹرنیشنل یونیورسٹی مدینہ منورہ/ پرنسپل البدر اسلامک یونیورسٹی)

گزارشات راسخ

الحمدُ للّٰہ والصّلوٰۃُ والسّلامُ علی رسولِ اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ۔ امابعد

ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ الحمدللہ اہلِ حدیث ہی اہل بیت کے سچے وارث ہیں اور اُن کے افکار وعقائد کے حامل ہیں، اور دین کے پیمانہ میں رہتے ہوئے اہل بیت سے والہانہ محبت رکھتے ہیں اور بالخصوص حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حد درجہ عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، کسی طرح بھی اُن کے متعلق تحقیرانہ لہجہ یا گستاخانہ رویہ یا مبالغانہ انداز پسند نہیں کرتے لیکن نہ جانے اس سب کچھ کے باوجود بعض حضرات یہ سمجھتے اور تصور پیش کرتے ہیں کہ اہل حدیث، اہل بیت اور حسنین کریمین کی دل و جان سے عزت وتکریم اور قدر نہیں کرتے بلکہ اُن کے متعلق منفی سوچ رکھتے ہیں۔ جبکہ یہ بات سراسر حقیقت کے خلاف ہے اہل حدیث الحمدللہ تمام اہل بیت کی دل و جان سے عزت کرتے ہیں اور اہل بیت کی محبت اور خاندانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت کو فرض بلکہ جزو ایمان سمجھتے ہیں اور بالخصوص سادتنا حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہماری آنکھوں کے تارے ہیں ہم جب ان شہزادوں کا نام لیتے اور ذکر کرتے ہیں تو جہاں ہمارے دلوں کو سکون وقرار ملتا ہے وہاں ایمان میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک ہر اہلحدیث نے خانوادۂ نبوت کو ہمیشہ شرف کی نگاہ سے دیکھا ہے اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ہمارے اسلاف نے اپنی کتابوں میں جہاں ضمناً اہل بیت اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عظمت سے اپنی کتب کے اوراق روشن کیے ہیں وہاں عظمتِ اہل بیت اور شانِ حسنین کریمین کے مقدس عنوانات پر مستقل کتب مرتب فرمائی ہیں اور یقیناً یہ اہل بیت اور خاندانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی لگاؤ اور محبت کا نتیجہ ہے۔ الحمدللہ ہم اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جو اہل بیت اور خاندانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ تھا۔

اس برحق اور سچے ثبوت کے باوجود یہ خیال کرنا کہ اہل حدیث، اہل بیت، خاندانِ محمد ﷺ یا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے عقیدت نہیں رکھتے یہ بلاشبہ الزام اور تہمت ہے۔

مسلکِ اہلحدیث راہِ اعتدال کا نام ہے:

مسلک اہلحدیث دین اسلام کا دوسرا نام ہے۔ ہم الحمدللہ کتاب وسنت کو اپنے لئے باعثِ ہدایت اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اسی لئے ہم اہل بیت کی محبت میں غلو کرتے ہوئے اُن کو حاجت روا، مشکل کشا اور معصوم مانتے ہیں اور نہ ہی اُن کے ناموں کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ کیونکہ آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم بذاتِ خود ایسے عقائد ونظریات کی تردید کرتے ہوئے ہمیشہ سچی توحید کی دعوت دیتے رہے اور ہر مشکل گھڑی میں ہمیشہ اللہ ہی کو پکارتے اور اُسے کے سامنے جھکتے رہے، یہی وجہ ہے کہ حسنین کریمین سمیت اہل بیت میں سے کسی نے بھی کبھی یا علی مدد یا اے علی مشکل کشا، کا نعرہ نہیں لگایا۔ ہم بھی الحمدللہ اہل بیت کی طرح توحید کے معاملہ میں بڑے حساس ہیں۔ عقیدت میں ڈوب کر توحید پر آنچ نہیں آنے دیتے جس طرح ہم اہل بیت کی محبت میں غلو نہیں کرتے اسی طرح اُن کی شان میں تنقیص بھی برداشت نہیں کرتے۔ ہم ایسے ناصبی حضرات کو گمراہ سمجھتے ہیں جو حضرتِ حسین کی صحابیت یا حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر طعن کرتے ہیں۔

محمود احمد عباسی اور فیض عالم صدیقی ناصبی تھے اہل حدیث نہیں تھے:

اہل تشیع کے رد میں محمود احمد عباسی اور فیض عالم اس قدر حد سے تجاوز کر گئے کہ اہل بیت اور حضرات محدثین کی تنقیص پر اُتر آئے اسی لئے ان کو ناصبی کہا جاتا ہے۔ اکابر اہلحدیث کے نزدیک محمود احمد عباسی اہلحدیث تھا اور نہ ہی اہلحدیثوں کے منہج پر تھا۔

اور حقیقت بھی یہی ہے اُس کی تصانیف پڑھنے سے ہر قاری پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی صحیح احادیث جو منہج محدثین کے مطابق درجۂ صحت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوتی ہیں اُن کو لغو، من گھڑت اور کذب قرار دیتا ہے اور اپنے مذموم نظریے کو تقویت دینے

کے لئے ہر قسم کا رطب ویابس حاطب لیل کی طرح اکٹھا کرنا اس کا ایک فن ہے جس کی قطعاً کوئی اہمیت وحیثیت نہیں ہوتی۔

اسی طرح حکیم فیض عالم صدیقی صاحب اگر چہ اہلحدیث کا پلیٹ فارم استعمال کرتے رہے، مگر وہ اہلحدیث کیسے ہوسکتے ہیں، وہ تو اہلحدیث بلکہ حضرات محدثین پر لعن طعن اور اتہام لگایا کرتے تھے، وہ ائمہ ومحدثین جو اساطین اہل السنہ ہیں، ان کے علمی کارناموں کو جہالت وخباثت کہنے والا شخص قطعاً اہل الحدیث نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ اپنی کتاب صدیقہ کائنات صفحہ نمبر 114 پر حدیث کے مدون اوّل، امام المحدثین حضرت امام محمد بن شہاب الزہری رحمہ اللہ کے متعلق رقمطراز ہے:

{ابن شہاب منافقین وکذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن، خبیث اور مکذوبہ روایتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں۔}

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری پر اعتماد کرنے والے قاری پر بیجا برستے ہوئے صفحہ 95 پر رقمطراز ہے:

{سامنے فوراً بخاری کی روایت آ گئی، تو وہ بخاری شریف کے احترام میں اندھا دھند ٹامک ٹوئے مارتا ہوا آگے بڑھ گیا، اس کی بلا سے نبیؐ پر زبان طعن دراز ہوتی رہے۔ پرواہ نہیں مگر بخاری شریف کے احترام میں فرق نہ آئے۔}

مزید صفحہ 236 پر مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ برحق امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے:

{سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی برائے نام خلافت سے امت کو کیا ملا؟ آپ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہی حصولِ خلافت کے خیال کو اپنے دل میں پروان چڑھانے میں مشغول تھے۔}

حضرات محدثین کے متعلق اس قدر گھٹیا زبان بھی استعمال کرتا رہا اور یہاں تک

لکھا:

{مجمع الزوائد وغیرہ کتب کے مؤلفین یا تو تقیہ کے مسلمان تھے اور یا قطعاً جاہل تھے۔} (خلافتِ راشدہ صفحہ 123)

شیخ مکرم مولانا ارشاد الحق اثری دامت برکاتہم اس کے متعلق بیان فرماتے ہیں جب اس کے قتل کی خبر پہنچی تو علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ بھی مجلس میں تشریف فرما تھے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگے کیا وہ اہل حدیث کے منہج پر تھا میں نے کہا نہیں، چنانچہ پھر اُس کے لئے دعائے مغفرت بھی نہیں کی گئی تھی۔

اسی طرح عصرِ حاضر کے معروف محدث، ماہر علم الرجال حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

{فیض عالم صدیقی کا یہ صحیح مسلم پر بہتان ہے: میں کہتا ہوں جو شخص امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نام نہاد کہتا ہو (دیکھئے سادات بنی رقیہ ص 46) اور ثقہ امام زہری پر طعن کرتا ہو (دیکھئے سادات بنی رقیہ ص 113) اسے کب شرم آتی ہے کہ صحیح مسلم پر تو جھوٹ نہ بولے، ان لوگوں کا اوڑھنا بچھونا ہی جھوٹ، مغالطہ دہی اور تاریخ کی موضوع روایات پر اندھا دھند اعتماد ہے۔}

محبت ہی محبت صفحہ 66 پر زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ "حکیم فیض عالم صدیقی (ناصبی) وغیرہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں جو گستاخیاں کی ہیں، اُن سے تمام اہلحدیث بری الذمہ ہیں۔ اہل حدیث کا ناصبیوں اور رافضیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اہل حدیث کا راستہ کتاب وسنت والا راستہ ہے اور یہی اہل سنت ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کی موجودگی میں ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ اہلحدیث نہیں تھے لہٰذا انہوں نے جیسی موشگافیاں بھی کی ہیں اُن کا مسلک اہلحدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کی کتابوں پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہوئے بغیر حوالہ دیکھے

اور تحقیق کیے آگے بیان کرنا چاہیے۔

ہم نے الحمدللہ اپنے اسلاف کی روایت کو زندہ کرتے ہوئے اس رسالہ میں نواسۂ رسول، جگر گوشہ فاطمہ بتول، چمنِ رسالت کے پھول سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کیا ہے اور الحمدُ للہ و بتو فیقہ ان سرداروں کی شان سردارِ انبیاء علیہ الصلاۃُ والسَّلامُ کی زبان رسالت سے بیان اور تحریر کی گئی ہے۔ حتَّی الوُسعِ تمام احادیث صحیح ذکر کی ہیں اور کوئی روایت بھی ایسی نہیں جو درجہ حسن سے کم ہو۔ اور اگر کسی حدیث کو بعض نے صحیح اور بعض نے ضعیف کہا ہے تو میں نے اس کی صحت کو ترجیح دیتے ہوئے تحریر کیا ہے لیکن ایسا بہت کم ہے صرف احادیثِ صحیحہ کا اہتمام اس لئے کیا گیا تا کہ ان دونوں شہزادوں کی قدر، ان دونوں پھولوں کی مہک اور ان پیاروں کی عظمت زبانِ رسالت سے پڑھ کر ہمارے دل ان کی محبت سے موجزن ہو جائیں۔ اسی طرح کئی ایک مقامات پر صحابہ کرام کی اُس عقیدت و محبت کا دل نشیں نقشہ بھی کھینچا گیا ہے جو رسول اللہ کے بعد ان شہزادوں سے رکھتے تھے تا کہ اس بیجا تاثر پھیلانے والوں کی بھی نفی کر دی جائے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے، نیز آئمہ محدثین اور مشاہیر اہلحدیث کے اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اہلحدیث ہر دور میں اہل بیت اور بالخصوص حسنین کریمین کے مداح ہی رہے ہیں۔ کبھی بھی اُن کی عزت و عظمت پر آنچ نہیں آنے دی۔ آخر میں ہماری دعا ہے کہ جن احباب کی زبان سے اہلبیت کے متعلق توہین آمیز کلمات نکلتے ہیں یا جن کے قلم سے ان شہزادوں کی گستاخی و بے ادبی کی بدبو آتی ہے اللہ رب العالمین ایسے نادانوں کو صحیح فہم اور سمجھ عطا فرمائے وھُو الھادی الموفّق المُعِینُ۔

مَنْ اَحَبَّھُمَا فالرَّسُوْلُ یُحِبُّہ ○ ومَنْ اَبْغَضَھُمَا فَالرَّسُوْلُ یُبْغِضُہ

آخر میں اپنے تمام اصدقاء و احباء کا شکر گزار ہوں جو دینی معاملات میں میرے ساتھ خیر خواہی کرتے ہیں۔ بالخصوص مشائخ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد کا شکر گزار ہوں کہ جو بڑی خندہ پیشانی سے مکتبہ سے استفادہ کا موقع فراہم کرتے ہیں اور اسی طرح محترم ابوبکر

قدوسی اور عمر فاروق قدوسی کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے مفید اضافہ جات سے مزین اعلیٰ ایڈیشن شائع کرنے کا اہتمام فرمایا، اللہ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور اللہ رحیم و کریم میرے جدّین، والدین اور اساتذہ و رفقاء کو جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو حبِ شخصیات میں راہِ اعتدال نصیب فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ و آله وصحبه أجمعينَ۔ آمين ثم آمين

کتبہ

ابو الحسن عبدُالمنان راسخ کانَ اللّٰہُ لَہ

خادم السنة النبوية الشريفة

فيصل آباد پاکستان

4 محرم الحرام 1429 ہجری

انتساب

ہر اُس مسلم کی طرف

جس کا دل

حبِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سرشار ہے

اور

وہ اُن کی محبت میں

راہِ اعتدال کی بلندیوں پر فائز ہے

عبدالمنان راسخ

4 محرم الحرام 1429 ہجری

مختصر تعارف

مکمل نام: حسن بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم

کنیت: ابومحمد

جائے پیدائش: مدینہ طیبہ

تاریخ پیدائش: 15 رمضان سن 3 ہجری، یکم اپریل 625م

رسول اللہ ﷺ سے رشتہ: پہلے بڑے نواسے

حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ: پہلے بڑے بیٹے

آپ ﷺ کی زندگی میں کتنی عمر کے تھے: کم وبیش 7، ساڑھے سات سال

کتنی شادیاں کیں: تعداد معلوم نہیں کئی شادیاں کیں۔

اولاد: گیارہ بچے ایک بچی

زیادہ عرصہ کہاں ٹھہرے: مدینہ طیبہ

مکمل عمر: 47 سال

وفات: 50 ہجری

جنازہ کس نے پڑھایا: سعید بن العاص

کہاں دفن ہوئے: مقبرۃ البقیع مدینہ طیبہ

سیّدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ

زیرِ نظر کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو ایسے روشن ستاروں کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے، جو شرفِ صحابیت کے ساتھ ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب نواسے بھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے والہانہ محبت فرماتے تھے۔ اگر یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ بچپن میں جس طرح حضرتِ حسنین کریمین آپ کی چاہتوں کے مرکز بنے اور آپ کی خصوصی شفقت و محبت اور تربیت میں پرورش پائی، یہ اعزاز چند صحابہ کو ہی حاصل ہوا جن میں حضرت حسن و حسین سرِ فہرست ہیں، آپ کی والہانہ محبت کے منفرد انداز اور آپ کی چاہتوں کی چند جھلکیاں ہی اس کتاب کا اصل موضوع ہیں، آغاز میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہمیں بھی ان شہزادوں سے دین کے مطابق والہانہ محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نواسے کا نام نانا نے رکھا:

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا پہلا نام ''حرب'' تھا۔ عربی میں حرب، جنگ کو کہتے ہیں، ''وَقَعَتْ بَیْنَهُمْ حَرْبٌ'' ان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی، کلمہ مونث ہے اور کبھی مذکر بھی مستعمل ہوتا ہے'' رَجُلٌ حَرْبٌ'' جنگجو، شجاع آدمی، اس کی جمع حروب، تصغیر حُرَیْب آتی ہے۔ {المنجد مادہ حرب صفحہ 197}

حرب نام رکھنے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا حضرتِ علی رضی اللہ عنہ شروع ہی سے بڑے جنگجو، بہادر اور نڈر رہتے تھے، چنانچہ اپنے پہلے بیٹے کا نام ہی حرب رکھ دیا۔

لیکن سید الکونین، امام الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبدیل فرما کر ''حسن'' رکھ دیا۔ بِحَرَکَةِ السِّیْنِ، سین کی زبر کے ساتھ ''حَسَنَ'' خوبصورت، اچھا، صفت کا صیغہ ہے۔ {المنجد مادہ حسن ص 209}

حدیث مبارکہ میں ہے کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

'' لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ

أَرُوْنِي ابْنِي، مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟ قَالَ: قُلْتُ حَرْبًا، قَالَ: بَلْ هُوَ حَسَنٌ۔"

{مسند احمد، 2/ 769۔ کتاب فضائل الصحابۃ للامام احمد 2/ 971 ﴿إسنادہ صحیح﴾}

جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوا، تو میں نے اس کا نام حرب رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرے بیٹے کا دیدار کرواؤ، اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا حرب رکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ تو حسن ہے۔

دوسری روایت میں ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ سَمَّاهُ حَمْزَةَ فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ سَمَّاهُ بِعَمِّهِ جَعْفَرُ قَالَ: فَدَعَانِي رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أُغَيِّرَ اسْمَ هَذَيْنِ فَسَمَّاهُمَا حَسَنًا وَحُسَيْنًا۔

{مسند احمد 1/ 159، مستدرک حاکم: 4/ 277، السلسلة الصحيحة رقم 2709}

جب حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اُس کا نام حمزہ رکھا اور جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو اُن کا نام چچا کے نام پر جعفر رکھا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور فرمایا: مجھے یہ دونوں نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن دونوں کا نام حسن و حسین رکھ دیا۔

حضرت امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا حدیث کو پہلی حدیث سے راجح اور صحیح قرار دیا ہے اور ہماری تحقیق کے مطابق بھی یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔ بہر صورت دونوں نواسوں کے پیارے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی تجویز فرمائے تھے۔

بلکہ دکتور عبدالکریم بن ابراہیم لکھتے ہیں:

﴿أَوَّلُ مَنْ سُمِّيَ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ: السِّبْطَانِ وَلَدَا أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾

سب سے پہلے حسن و حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے ان کا نام رکھا گیا۔ یعنی ان شہزادوں سے پہلے کسی

کا نام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نہیں تھا۔{معجم مایخص آل البیت النبوی ص 72 }
اور مفضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ حَجَبَ اللّٰهُ هٰذَيْنِ الإسْمَيْنِ عَنْ أن يُسَمَّى بهما حتّى سَمَّى بهما النبيُّ صلى الله عليه وسلم إبْنَيْه عليهما السلام .أمّا حَسْن وَ حَسِيْن المَوْجُوْدَانِ في أنْسَابِ طَيِّءٍ فالأوّلُ بِسكونِ السِّيْنِ والثاني بِفَتْحِ الحاءِ و كسرِ السِّين﴾

{ التصحيف والتحريف صبح الأعشى 6/11 اسد الغابة 2/9، غصن الرسول. 24}

اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کا نام رکھا اور جو نام حَسن اور حَسین یہ طی قبیلہ کے نسب میں موجود ہیں پہلا سین کے سکون کے ساتھ اور دوسرا پر زبر اور سین پر زیر کے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تجویز کئے ہوئے ناموں پر کئی اہل علم محدثین کرام نے اپنے بیٹوں کے نام بھی یہی رکھے۔ علم اسمائے رجال پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حَسَن نام کے بے شمار ائمہ، محدث، فقیہ اور علماء و فضلاء گزرے ہیں، آج بھی ہم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس انتخاب کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے عبداللہ حسن یا حسن عبداللہ، عبداللہ حسین یا حسین عبداللہ نام رکھ لیں تو بہت خوب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دوسرے اسماء کے ساتھ ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تجویز فرمایا ہوا نام حسن رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عقیقہ کے ایام میں عقیدت کے انداز:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھا اور دیگر احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ صرف نام ہی نہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے کان میں نغمۂ توحید بلند کیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ بھی کیا۔ ذیل میں ہم خصوصاً وہ روایات تحریر

کریں گے جن میں صرف اور صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ وگرنہ تفصیلی بحث (شان حسنین) میں آئے گی۔ سیدنا حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم أَذَّنَ فِي أُذُنِ الحَسَنِ بنِ عليٍّ حِينَ وَلَدَتْه فَاطِمَةُ بالصَّلاةِ﴾

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان کہتے ہوئے دیکھا جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جنم دیا۔{مسند احمد بن حنبل (6/39) مسند ابی رافع۔ المعجم الکبیر جلد 3 صفحہ 31 حدیث [2578] صحیح جامع ترمذی شریف، علامہ البانی رحمہ اللہ مترجم جلد (276/2) محدث شہیر امام ترمذی نے اس حدیث شریف کو حسن صحیح کہا ہے؟ امام حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے، امام مبارک پوری رحمہ اللہ، الشیخ مفتی امین اللہ پشاوری، الشیخ ایوب، الشیخ اثری سمیت کثیر مشائخ عظام کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے، نیز یاد رہے کہ اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبیداللہ پر اگرچہ جمہور کی جرح ہے مگر امام عجلی رحمہ اللہ نے توثیق بھی فرمائی ہے اور امام ابن عدی فرماتے ہیں ضعف کے باوجود اس راوی کی حدیث لکھی جاتی ہے۔}

اس حدیث مبارک سے جہاں سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شان ثابت ہوئی وہاں یہ صراحت بھی ہو گئی کہ نومولود بچے کے کان میں اذان کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہنی چاہیے، آج تک پوری امتِ مسلمہ کا تواتر سے اسی پر عمل ہے، اجماع امت بھی باعث تقویت ہے اور اسی لئے یہ حدیث اکثر محدثین و مشائخ کی رائے کے مطابق درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔

نیز معمولی ضعف کی وجہ سے حدیث کو بالکل متروک العمل سمجھنا اور من گھڑت روایت کی طرح چھوڑ دینا قطعاً درست نہیں۔ ایسے معاملے وہ جذباتی احباب کرتے ہیں جو فنِ اصول حدیث کے مزاج سے صحیح طرح واقف نہیں ہوتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضد تشدد اور اپنی تحقیق ٹھونسنے کی بجائے حضرات محدثین کرام کے وضع کردہ اُصولوں کے مطابق حق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

یقیناً یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تعاملِ امت بھی بہت بڑی دلیل اور حجت ہے

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں (والعمل علیہ) اور مسلمانوں کا عمل اسی پر ہے۔ اب بھی الحمد للہ جمہور اہل علم اور مسلمانوں کا عمل اسی پر ہے۔

یاد رہے! مسلمانوں کے متواتر عمل اور شعار کو سند کے معمولی ضعف کی بناء پر بالکل متروک قرار دینا یقیناً دین میں نیا فتنہ ڈالنے کے مترادف ہے جبکہ ایک عالم وفقیہ حکمت ودانائی کا پیکر ہوتا ہے۔

مسند احمد اور السنن الکبریٰ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ولادتِ حسن پر حکم فرمایا:

﴿ إِحْلِقِي رأسَهُ وَتَصَدَّقِي بوَزْنِ شَعْرِهِ فِضَّةً عَلى المسَاكِيْنَ ﴾

اس کا سر مونڈھ اور بالوں کے برابر چاندی مسکینوں پر صدقہ کر۔ {مسند احمد جلد۶ صفحہ 90، السنن الکبری امام بیہقی، کتاب الضحایا، باب ماجاء التصدق بزنة شعره جلد 304/9، ارواء الغلیل، فصل فی العقیقة جلد 4 صفحہ 403، رقم الحدیث [1175] اور یہ حدیث بھی حسن ہے۔}

اور جامع ترمذی میں ہے کہ

﴿عَقَّ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الْحَسَنِ بِشَاةٍ وقَالَ يا فَاطِمَةُ إحلِقِي رأسَهُ وتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً، قَالَ فَوَزَنَّاهُ فكان وَزْنُهُ دِرْهَماً أو بعضَ دِرْهَمٍ﴾ {صحیح جامع ترمذی، 2/277، ارواء الغلیل جلد 4 فصل فی العقیقة}

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا سر مونڈھ اور بالوں کے برابر صدقہ کرو، انہوں نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ کم وزن کے ہوئے۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اسی مفہوم کی روایات ذکر کی ہیں جن میں بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم ہے۔ {مجمع الزوائد 60/4}

{دیگر صحیح روایات میں دو مینڈھے ذبح کرنے کا ذکر ہے اور وہی حد [illegible] راجح ہے}

اللہ رب العالمین ہمیں یہ سنت اپنانے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور [illegible] نا حضرت

حسن رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب تھے کہ جن کا نام، جن کے کان میں اذان اور جن کا عقیقہ رسول علیہ السلام نے خود کیا۔ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْھِمَا

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ہم شکل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حد درجہ خوب رُو، خوبصورت اور حسین تھے۔ آپ کے حسن کی چمک دمک سے تاریخ کے اوراق روشن ہیں اور نور علی نور کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔ شکل رسالت کی جھلک تھے جو بھی آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پرنور کو دیکھتا۔ تو بے ساختہ کہہ اٹھتا:

﴿لَمْ یَکُنْ أَحَدٌ أَشْبَہَ بِالنَّبِیِّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی ہم شکل پیغمبر نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما کے تحت چند احادیث لائے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مشابہت کا ذکر ہے۔

صحابی رسول حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿رأیتُ أبابکرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ وحَمَلَ الحَسَنَ وھو یقولُ: بأبی شَبِیہٌ بالنبیِّ ولیس شَبِیہٌ بعلیٍّ: وعَلِیٌّ یَضْحَکُ﴾

{فتح الباری بشرح البخاری، 978/8}

میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں، میرے باپ ان پر فدا ہوں، یہ نبی کریم رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی شباہت نہیں ملتی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ زبان صدیق سے یہ کلمات سن کر مسکرا رہے تھے۔

مندرجہ بالا حدیث صحیح سے تین باتیں واضح ہوئیں۔

1۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہم شکل پیغمبر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ملتا جلتا تھا۔

2۔ خلیفہ اول، افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق، سیدنا حضرت ابوبکر الصدیق عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کو آل بیت سے خصوصی پیار تھا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے خصوصی انس، شفقت اور محبت فرماتے تھے۔

اور کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب حسن والحسین کے تحت سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

﴿ اُرْقُبُوا مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وسلم فِی أَهْلِ بَیْتِه﴾

نبی کریم ﷺ کی (خوشنودی) آپ کے اہل بیت کے ساتھ (محبت و خدمت کے ذریعہ) تلاش کرو۔ یا آپ ﷺ کا خیال آپ کے اہل بیت میں رکھو۔

شارحِ حدیث، ماہر علم رجال علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

﴿یُخَاطِبُ بِذٰلِكَ النَّاسَ وَ یُوْصِیْهِمْ بِهٖ، وَالْمُرَاقِبَةُ لِلشَّیْئِ الْمُحَافَظَةُ عَلَیْهِ یَقُوْلُ احْفَظُوْهُ فِیْهِمْ فَلَا تُؤْذُوْهُمْ وَلَا تُسِیْئُوْا إِلَیْهِمْ﴾ {فتح الباری 80/8}

کہ آپ ﷺ لوگوں کو (یعنی صحابہ کرام کو) مخاطب کرتے اور وصیت فرماتے اور مراقبت بمعنی حفاظت ہے یعنی اہل بیت کی حفاظت کرو، ان کا خیال رکھو، نسبت إلی النبی کی وجہ سے ان کا لحاظ کرو ان سے برا سلوک کرو نہ ہی ان کو تکلیف دو)

3۔ سسر مصطفیٰ ﷺ، اور دامادِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہما کی آپس میں کسی قسم کی کوئی رنجش، نفرت، عداوت اور ناراضگی نہ تھی۔

اور اسی حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بالفاظ دیگر کتاب المناقب بـــاب صـفـة النبی ﷺ کے تحت یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: صَلَّی أَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ

عنه العَصرَ ثُمَّ خَرجَ يَمْشِي، فَرَأى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِبْيَانِ، فَحَمَلَهُ على عاتِقِهِ وقال: بأبي شَبِيهٌ بِالنَّبي، لاشبيهٌ بعلي، وعليٌّ يَضْحَكُ﴾

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازِ عصر سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت حسن (غلمانِ مدینہ) بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا میرے باپ تم پر قربان ہوں، تم میں رسول اللہ کی شباہت ہے علی کی شباہت نہیں۔ اور علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔

کتاب الشریعة میں قدرے تفصیل سے بیان ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

﴿خرجتُ مع أبي بكرِ الصديقِ رضی اللہ عنہ من صلوةِ العصرِ بعدَ وفاةِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بليالٍ وَعليُّ بنُ أبي طالِبٍ رضی اللہ عنہ يَمْشِي إلى جَنْبِهِ فَمَرَ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍ رضی اللہ عنہ وهو يَلْعَبُ مَعَ الغِلمَانِ فَاحْتَمله أبوبكرِ الصديقُ رضی اللہ عنہ على رَقَبَتِهِ وَجَعَلَ يقولُ: بأبي شِبْهُ النَبِيُّ، لَيْسَ شِبْهًا بِعَلِيٍّ وعلي رضی اللہ عنہ يَضْحَكُ﴾

{ كتاب الشريعة جلد 5 صفحه 2147 وإسناده صحيح }

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ دن بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازِ عصر پڑھ کر نکلا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کے ساتھ چل رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھا اور کندھوں پر اٹھالیا اور فرمایا نبی کے مشابہ ہے علی المرتضٰی کے مشابہ نہیں اور یہ سن کر سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿رأيتُ النَّبيَ ﷺ وكانَ الحسنُ بنُ عليٍّ عليهما السلام يُشْبِهُهُ قلتُ لأبي جُحيفةَ: صِفْه لي۔ فقال: كان أبيضَ قدشَمِطَ وفي روايةٍ قال: ورأيتُ بياضًا من تحتِ شَفَتِهِ السُّفْلى العنفقةِ﴾

{ بخاری، المناقب باب صفة النبی }

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے، حسن بن علی رضی اللہ عنہما میں آپ ﷺ کی شباہت پوری طرح موجود تھی، اسماعیل بن اَبی خالد نے کہا میں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رسول کریم ﷺ کی صفت بیان کریں انہوں نے کہا آپ ﷺ سفید رنگ کے تھے، کچھ بال سفید ہو گئے تھے اور بروایت دیگر کہتے ہیں آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ مبارک کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہر لمحہ چہرہ رسالت کی زیارت کی فرماتے ہیں کہ:

﴿لَمْ يكُنْ أحدٌ أشبهَ بالنَّبی صلی اللہ علیه وسلم من الحسنِ بنِ علی﴾

{ بخاری، الفضائل اصحاب النبی باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما۔ }

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ اور کوئی شخص نبی کریم ﷺ سے مشابہ نہیں تھا۔

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ سے واضح ہوا کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہم شکلِ پیغمبر تھے۔ عکس رسالت کی جھلک آپ میں نظر آتی تھی۔ اہل بیت، آل محمد ﷺ اور حضرات صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی چند اشخاص کا تذکرہ ملتا ہے جن کو شارحِ حدیث علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ﴿ والَّذِين كانوا يُشْبِهون بالنّبيِ صلی اللہ علیه وسلم غیر الحسنِ﴾

کے تحت ذکر کیا ہے۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں محبوبِ خدا بھی ہیں:

سرتاج رسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اخلاق فاضلہ کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کی کتابِ زندگی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے اور ہر شخص کو محبت وشفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت ومودّت کا انداز منفرد اور نرالا تھا۔ دیکھنے والے کی زبان سے یہ کلمات بے ساختہ نکلتے کہ ﴿واللهِ إنّكَ لَتفعَلُ بِهذَا شيْئًا مَارَأيْنَاكَ تَفْعَلُه بأحدٍ﴾

{الفتح الربانی جلد 23 صفحہ165 الامام الحسن بن علی}

اللہ کی قسم جس طرح آپ حسن رضی اللہ عنہ سے معاملہ کرتے ہیں کسی اور سے کرتے ہوئے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿رأيتُ النبيَّ ﷺ والحَسَنُ عَلى عَاتِقِه يقولُ: اللّٰهُمَّ إني أُحِبُّه فَأحِبَّه﴾ {بخاری. فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن}

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے مبارک پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمارہے تھے کہ اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما: سبحان اللہ

قارئین کرام! اس سے بڑھ کر اور مرتبہ کیا ہوسکتا ہے کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے محبت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ الٰہی میں دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ تو بھی اس شہزادے سے محبت فرما اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کو قبول فرمایا ہے۔ سیّدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اور محبوب خدا بھی ہیں۔

ننھا کدھر ہے؟

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا دل حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کی محبت میں اس قدر موجزن تھا کہ ذراسی جدائی بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ جب بھی سفر یا بازار سے واپس آتے تو شہزادے کو بلا کر چومنا شروع کر دیتے اور یہ ایک فطری تقاضا بھی تھا اور اس کا صحیح معنوں میں اندازہ وہی نانا کر سکتا ہے جو خود نرینہ اولاد سے محروم ہو یا جس کے بیٹے بچپن ہی میں انتقال کر چکے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو پھول جیسا نواسہ عطا فرمایا ہو۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ چونکہ اکیلے ہی تھے اس لئے وہ آپ کی تمام چاہتوں اور محبتوں کا مرکز ٹھہرے۔

سیدنا و سید المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿ما رأيتُ حسناً إلّا فاضت عيناي دموعاً وذالك أنّ النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَرَجَ يوماً فوجدني في المَسْجِد فأخَذَ بِيدي، فانْطلَقْتُ معه فما كلَّمَنِي حَتّٰى جِئنَا سوقَ بني قَيْنُقَاعَ فَطَافَ به ونظر، ثم انْصَرفَ وأنا معه حتى جئنا المَسْجِدَ فَجَلَسَ فَاحْتبیٰ ثم قال أيْنَ لُكَاعُ؟ أُدْعُ لُكَاعَ فَجاءَ حَسَنٌ يَشْتَدُّ فَوَقَعَ فِي حَجْرِهِ ثم أدْخَلَ يَدَهُ فِي لِحيَتِهِ ثم جَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَفْتَحُ فَاهُ فَيُدْخِلُ فَاهُ فِي فِيهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّي اُحِبُّهُ فَاُحِبَّهُ وَاَحِبَّ من يُحِبُّه يعني الحسنَ بنَ علي﴾

ترجمہ: میں نے جب بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور یہ اس لئے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے اور مجھے مسجد میں پایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ ہم بنوقینقاع کے بازار میں پہنچے۔ تھوڑا سا گھومنے پھرنے اور دیکھنے کے بعد آپ واپس لوٹے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا یہاں تک کہ ہم مسجد (نبوی) آئے۔ آپ گوٹھ مار کر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا۔ ننھا (چھوٹا) کدھر ہے؟ میرے پاس ننھے کو لے کر آؤ۔ پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور

آپ ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کی داڑھی مبارک میں ہاتھ ڈالا پھر رسول اللہ ﷺ نے (پیار و محبت اور وجد میں آ کر) حسن کے منہ کو کھول کر اپنا منہ وہاں رکھا پھر فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس (خوش نصیب سے بھی محبت فرما)۔ {سلسلة الاحاديث الصحيحة المجلد السادس، حصہ دوم صفحہ 726، علامہ البانی رحمہ اللہ نے مکمل تخریج اور دراسہ کے بعد امام حاکم رحمہ اللہ کے وہم کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ انہوں نے حسن کی جگہ حسین ذکر کیا جبکہ شواہد و دلائل سے ثابت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ فتح الباری 97/8}

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ کی محبت و شفقت بلکہ عقیدت کا یہ عالم تھا خود ہی فرماتے ہیں کہ

﴿أنه لَقِيَ الْحَسَنَ بنَ علي فقالَ رأيتُ رسولَ الله قَبَّلَ بَطْنَكَ فَاكْشِفِ الْمَوْضعَ الَّذِي قَبَّلَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ حتّى اُقَبِّلَه قَالَ وَكَشَفَ لَه الحَسنَ وَقَبَّلَهُ﴾ {مستدرك حاكم 168/3 مناقب حسن}

ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے تمہارے پیٹ پر بوسہ دیا پس تو میرے لئے اس حصہ کو ظاہر کرتا کہ میں بھی اسی جگہ کو چوموں جہاں پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے لب مبارک لگائے تھے چنانچہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وہ حصہ ننگا کیا اور میں نے وہاں سے بوسہ دیا۔

اور مسند احمد میں ہے (فَقَبَّلَ سُرَّته) آپ کی ناف پر بوسہ دیا۔ اور یہی لفظ امام احمد نے کتاب فضائل صحابہ جلد 2 صفحہ 975 پر نقل کئے ہیں۔

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مقبری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

﴿فجَاء الحَسَنُ بنُ علِي بنِ أبِي طالبٍ عَلَيْنَا فَسلَّم فَرَدَدْنَا

علیه السلام وَلَمْ یَعْلَمْ بِهٖ ابوهریرة فَقُلْنَا له یَا أباهُریرةَ الحسنُ بنُ علیٍ قد سلَّم عَلَیْنَافلَحِقهُ وَقَالَ وعلیكَ السَّلَامُ یاسَیِّدِی ثم قال سَمِعْتُ رَسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یَقُولُ إنَّه سیِّدٌ﴾

یعنی اچانک ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی بن اَبی طالب ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں سلام کہا پس ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کا جواب دیا لیکن حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد یا سلام کا پتہ نہ چلا۔ ہم نے کہا اے ابو ہریرہ یہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ہم پر سلام کیا ہے پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا (وعلیكَ السَّلامُ یاسَیِّدی) میرے سردار تجھ پر بھی سلامتی ہو۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا یقیناً یہ سردار ہے۔ {مستدرک حاکم 3/169}

اور مجمع الزوائد کے الفاظ ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا آپ حسن کو یا سیدی کہہ رہے ہیں تو جواباً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے﴿ أشهدأنَّ رسولَ اللّٰه صلَّی اللّٰه علیه وسلَّم قال انَّه سیِّدٌ﴾ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ سردار ہے۔{جلد 9 صفحہ 181۔ورواه الطبرانی و رجاله ثقات}

بخاری ومسلم کے الفاظ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر واپس تشریف لائے پھر آپ نے کہا ننھا کدھر ہے ننھا کدھر ہے پس تھوڑی دیر تک (حسن) نہ آئے ﴿فَظَنَنْتُ أنَّها تُلْبِسُه سِخَابًا أو تُغَسِّلُه فَجَاءَ یَشْتَدُّ حَتّٰی عَانَقَهٗ وَقَبَّلَه﴾ میں نے گمان کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن کو ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں پس ننھا دوڑتا ہوا آیا اور گلے سے لپٹ گیا اور آپ نے اس کو چوما۔

{اللؤلؤ والمرجان، فضائل الصحابۃ، باب فضائل الحسن جلد 2/733}

محبت تھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن رضی اللہ عنہ سے اس قدر
نہ کر شکوہ تو سید کا خدا اپنے سے ڈر (راسخ)

رخسارِ حسن رضی اللہ عنہ پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب:

سیدنا واما منا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اکثر چومتے، سونگھتے اور اپنے صدرِ اطہر سے لگاتے اور کبھی گود میں کھلاتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ

﴿أن الاقرعَ بنَ حابسٍ أبصرَ النبيَّ ﷺ وهو يُقبلُ الحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضي الله عنه فقال إنَّ لِي لَعَشَرَةً من الوَلَدِ ما قَبَّلْتُ وَاحدًا منهم فقال رَسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ لَا يَرحمُ لايُرْحَمُ۔

{صحیح مسلم شریف/جامع ترمذی البر والصلة باب ماجاء في رحمة الولد}

ترجمہ: اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوم رہے ہیں پس اقرع نے کہا میرے تو دس لڑکے ہیں میں نے کسی ایک کو بھی کبھی نہیں چوما تو رسولِ رحمت نبی اَرحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا (مَنْ لایَرْحَمْ لا یُرْحَمْ) جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اور مستدرک حاکم کے واشگاف سنہرے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ

﴿انَّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَبَّلَ حَسَنًا وَضَمَّہ إلَیْہِ وَجَعَلَ یَشُمُّہُ وَعِنْدَہٗ رَجُلٌ مِنَ الأنْصَارِ فَقَالَ الأنْصَارِیُّ إنَّ لِی ابناً قَدْ بَلَغَ مَاقَبَّلْتُہٗ قَطُّ فقال رسولُ اللّٰہِ أرأیتَ إنْ کانَ اللّٰہُ نَزَعَ الرَّحْمَۃَ مِن قَلْبِکَ فَمَاذَنْبِی﴾

{مستدرک حاکم، باب مناقب الحسن جلد 3 صفحہ 170}

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن کو بوسہ دیا، گلے لگایا اور سونگھنا شروع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبیلہ انصار کا ایک آدمی بیٹھا تھا (یہ منظر دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا) انصاری کہنے لگا میرا ایک بچہ ہے جو بالغ ہو گیا ہے میں نے تو کبھی

اس کا بوسہ تک نہیں لیا (آپ سونگھ رہے ہیں چوم رہے ہیں گلے سے لگا رہے ہیں) جواب میں رحمۃ للعالمین فرمانے لگے کیا خیال ہے تیرا۔ اگر اللہ نے تیرے دِل سے محبت نکال لی ہے تو اس میں میرا گناہ کیا ہے؟

لپٹتا، چمٹتا کبھی گود میں گرتا
یہ تو پھول تھا جو آغوشِ رسالت میں نکھرتا

(راسخ)

رئیس المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں باب مناقب الحسن کے بعد حضرت ابو ہریرہ کی روایت کو معلق بیان کیا ہے کہ (عَانَقَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحَسَنَ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا (یعنی گلے سے لگایا)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿كانَ يأخُذُه والحسنَ ويقول: اللّٰهُمَّ إنّي أحِبُّهما فأحِبَّهما﴾ {بخاری، فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن}

انہیں اور حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما۔

اس کی شرح میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لفظ بھی نقل کیے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿كان رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ليأخُذُني فَيَضَعُني عَلى فَخِذِهِ وَيَضَعُ عَلى الفَخِذِ الآخر الحسنَ بْنَ علي ثم يَضُمُّهُمَا ثم يقول: اللّٰهُمَّ أرْحَمْهُمَا فَإنِّي أرْحَمُهُمَا﴾ {فتح الباری 8/69}

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ایک ران پر اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھا کر چمٹاتے۔ پھر کہتے اے اللہ میں ان پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان پر رحم فرما۔

اس حدیث مبارک میں حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تذکرہ بھی موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے لئے دعا محبت فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ جب سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا تو یہ کچھ لوگوں پر گراں گزرا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا آپ لوگ اس کے باپ زید کی امارت پر بھی طعن کرتے تھے حالانکہ اللہ کی قسم وہ امارت کے حقدار

تھے۔

﴿وإن كانَ لمن احبِّ الناس إليَّ، وإنّ هذا لمن أحبِّ الناس إليّ بعده﴾ {اللؤلوء والمرجان، کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل زید و اُسامۃ 2/735}

اور حضرت زید اور اس کے بعد اس کا بیٹا اسامہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

لعاب حسن رضی اللہ عنہ شانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ:

کسی کا لعاب زمین پہ گرا، کسی کا لعاب کسی کی گود کو لگا، مگر کیا عظمت سیدنا حسن کی کہ آپ کا لعاب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانۂ مبارک گرتا رہا۔ یقیناً یہ عمل بار بار ہوا ہوگا، کیونکہ بیدار ہونے کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اکثر وقت آغوشِ رسالت میں ہی گزرتا تھا، مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبتِ حسن سے سیر نہ ہوتے تھے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے:

وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَلُعَابُهٗ يَسِيْلُ عَلَيْهِ (فضائل صحابہ، امام احمد، حدیث نمبر 1370 اس کی سند صحیح ہے)

حسن ابن علی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھا مبارک پہ تھے اور اُن کا لعاب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر بہہ رہا تھا۔

سینۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ چڑھ کر:

مسجد ہو یا گھر، گلی ہو یا بازار، جہاں بھی یہ ننھا آپ کو دکھائی دیتا، محبت وعقیدت کی عجب تصویر کشی ہوتی، فرطِ محبت کی وجہ سے کسی موقع پر، کسی حال میں بھی اس شہزادے کا آنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار نہ گزرتا۔ عموماً پیارے سے پیارا بچہ بھی اگر پیشاب کر دے تو آدمی کراہت محسوس کرتا ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَحْبُو حَتّٰى صَعِدَ

عَلَى صَدْرِهِ فَبَالَ عَلَيْهِ فَابْتَدَرْنَهُ لِنَأْخُذَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ابْنِي ابْنِي ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ (فضائل صحابہ، امام احمد، حدیث 1385، اس کی سند حسن ہے)

ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے اچانک حسن ابن علی گھسٹتا ہوا آیا اور آپ کے سینہ پر چڑھ کر پیشاب کر دیا، صحابہ کہتے ہیں، ہم حسن کو پکڑنے کے لیے جلدی دوڑے تو آپ ﷺ نے فوراً فرطِ محبت میں دو بار فرمایا: (کوئی بات نہیں) بیٹا ہے، (کوئی بات نہیں) میرا بیٹا ہے پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور پیشاب والی جگہ پر بہا دیا۔

سرکار ﷺ نے فرمایا: حاضرین نہ آنے والوں کو بتلا دیں:

رسول کریم ﷺ کی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ آپ ﷺ نے اپنے محبت کرنے والے کو حکم فرمایا کہ مجھ سے محبت کرنے والا میرے حسن رضی اللہ عنہ سے ضرور محبت کرے۔

زہیر بن اقمر بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا الْحَسَنُ يَخْطُبُ بَعْدَمَا قُتِلَ عَلِيٌّ إِذْ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَزْدِ، آدَمُ طُوَالٌ فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَاضِعَهُ فِي حَبْوَتِهِ يَقُولُ مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّهُ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ وَلَوْلَا عَزْمَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَا حَدَّثْتُكُمْ۔

{مسند احمد 366/5 اسنادہ صحیح

جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دے رہے تھے کہ قبیلہ ازد کا ایک آدمی اچانک کھڑا ہو گیا جو لمبا اور گندمی رنگ کا تھا اور اُس نے کہا تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ نے کو دیکھا آپ اُس کو اپنی گود میں لئے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے جس کو مجھ سے محبت ہے پس وہ اُس سے ضرور محبت کرے اور حاضر غائب تک پہنچا دے۔

اور اگر رسول اللہ ﷺ کی تاکید نہ ہوتی تو میں تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا۔
الحمدللہ! ہمیں اس بات پہ خوشی ہے کہ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سچی محبت رکھتے ہیں،

ناطقِ وحی کی پیش گوئی نصف النہار کی طرح سچی:

سیدِ وُلدِ آدم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جتنی پیش گوئیاں فرمائیں وہ اپنے اپنے وقت پر حق اور سچ ثابت ہوئیں اور کئی پیش گوئیاں انشاء الرحمٰن اپنے وقت پر صحیح ثابت ہوں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ یہ سردار بیٹا میری امت کا مصلح ہوگا۔ اس پیش گوئی کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چھ جگہ نقل فرمایا۔ کتاب الصلح اور کتاب الفتن میں باقاعدہ یہ ترجمۃ الباب باندھا. اور کتاب المناقب میں باسند حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لائے کہ

﴿أَخْرَجَ النَّبِي ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَسَنَ فَصَعِدَ بِهِ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ حسن رضی اللہ عنہ کو ایک دن ساتھ لے کر باہر تشریف لائے اور منبر پر ان کو لے کر چڑھ گئے پھر فرمایا میرا یہ بیٹا سیدّ ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں ملاپ کرا دے گا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ ﴿يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَإِلَيْهِ مَرَّةً﴾ ایک نظر آپ ﷺ لوگوں کو دیکھتے تو ایک نظر حسن کو دیکھتے اور آپ نے یہ فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰہِ! وَاللّٰہِ بَعْدَ أَنْ وَلِیَ لَمْ یُھْرَقْ فِیْ خِلَافَتِہٖ مِلْءُ مِحْجَمَۃٍ مِنْ دَمٍ۔

’’پس اللہ کی قسم! اللہ ہی کی قسم! جب حسن رضی اللہ عنہ برسرِ اقتدار آئے تو آپ کے عہدِ خلافت میں سینگی لگوانے جتنا (یعنی تھوڑا سا خون) بھی نہیں بہایا گیا۔

{مسند احمد، 5/44، حدیث 20447، اس کی سند حسن ہے}

وحید الزمان رحمہ اللہ لکھتے ہیں ﴿ ان میں صلح کروائیگا، یہ پیش گوئی پوری ہوگئی، امام حسن رضی اللہ عنہ نے وہ کام کیا کہ ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کی جان بچادی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنا پسند نہ کیا۔ خلافت انہی کو دے دی باوجود کہ ستر ہزار آدمیوں نے آپ کے ساتھ جان دینے پر بیعت کی تھی۔ یہ عالی ظرفی اور یہ جود و کرم امام حسن رضی اللہ عنہ ہی کا کام تھا اور کسی سے نہیں ہوسکتا ﴾۔ {تیسیر الباری 4/ 619}

شارح بخاری محمد داؤد راز رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿ آپ کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وہ کام کیا کہ ہزاروں مسلمانوں کی جان بچ گئی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنا پسند نہ کیا، خلافت ان ہی کو دے دی حالانکہ ستر ہزار آدمیوں نے آپ کے ساتھ جان دینے پر بیعت کی تھی اس طرح سے آنحضرت کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی ﴾۔

مزید دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ ﴿ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش گوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پوری ہوئی جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح۔ سے جنگ کا ایک بڑا خطرہ ٹل گیا۔ اللہ والوں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ وہ خود نقصان برداشت کرلیتے ہیں مگر فتنہ فساد نہیں چاہتے ﴾۔ {شرح بخاری، جلد 5 صفحہ 107۔184}

مسند احمد، المعجم الکبیر للطبرانی، مسند البزار اور صحیح ابن حبان میں یوں بھی ہے کہ

﴿ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُصَلِّی فَکَانَ إِذَا سَجَدَ جَاءَ الْحَسَنُ فَرَکِبَ ظَھْرَہٗ فَکَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذْ رَفَعَ رَأْسَہٗ أَخَذَہٗ فَوَضَعَہٗ عَلَی الْأَرْضِ وَضْعًا رَقِیْقًا فَإِذَا سَجَدَ رَکِبَ ظَھْرَہٗ فَلَمَّا صَلّٰی أَخَذَہٗ

فَوَضَعَهُ فِي حَجْرِهٖ فَجَعَلَ يُقَبِّلُه فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَفْعَلُ بِهٰذَا الصَّبِيِّ هٰكَذَا؟ فَقَالَ إِنَّهُ رَيْحَانَتِي وَعَسَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ پس نبی ﷺ جب سر اٹھاتے تو پکڑ کر نرمی اور آرام سے زمین پر رکھ دیتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں بٹھایا اور چومنا شروع ہو گئے ایک آدمی نے (جب یہ نظارہ محبت دیکھا تو) کہا آپ اس بچے سے ایسے پیار کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا یہ میرا پھول ہے (اور اس موقعہ پر بھی فرمایا) کہ عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے دو مسلم جماعتوں میں صلح کرائے۔

{المعجم الکبیر، باب الحاء جلد 3 رقم الحدیث (2591) مجمع الزوائد 9/178
باب ماجاء في الحسن بن علي}

شارح بخاری محمد داؤد راز رحمہ اللہ لکھتے ہیں (حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اقدام سے مسلمانوں میں ایک بڑی جنگ ٹل گئی جبکہ حالات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے سازگار تھے مگر آپ نے اس خانہ جنگی کو حسنِ تدبیر سے ختم کر دیا۔ اللہ پاک آپ کی روح پاک پر ہزار ہا ہزار رحمت نازل فرمائے اس طرح رسول اللہ کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی سچی ہو گئی جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

{شرح بخاری جلد 8 صفحہ 358}

مورخ شہیر اکبر شاہ خان لکھتے ہیں (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نہایت حلیم، صاحب وقار، صاحب حشمت اور نہایت سخی تھے فتنہ وخون ریزی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔

{تاریخ اسلام اکبر نجیب آبادی جلد 1 صفحہ 574}

اقبال نے کیا خوب کہا

تا نشیند آتشِ پیکار و کیں
پشت زد بر سرِتاج و نگیں

سعودی عرب کے ممتاز عالم دین شیخ عبدالمحسن حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردار کہیں اس سے بڑا سردار کون ہوسکتا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بڑے بردبار، پرہیزگار اور صاحب علم و فضل تھے۔ ان کے تقویٰ و علم نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہوئے دنیا اور حکومت سے دست کش ہو جائیں۔'' {اہل سنت کے نزدیک اہل بیت رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ، ص 55}

اے حسن تمہاری رائے کیا ہے......؟

قاضی سلیمان منصوری پوری رحمہ اللہ نے ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالہ سے ایک دلچسپ واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال جرم کرلیا اور انہوں نے قصاص کا حکم دے دیا، اتنے میں ایک اور شخص دوڑا دوڑا آیا اور اس نے خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کیا۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ملزم اوّل سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال کیا تھا، اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ اس نے کہا میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرے کو ذبح کیا تھا، گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا، میں جائے وقوعہ کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی، میں اسے دیکھنے کے لئے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کرلیا، سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے۔ مجھے بھی یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا، اس لئے میں نے اقبال جرم کر لینا ہی بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا: اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں، مقتول کو میں نے بہ طمع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی، میں ایک گوشہ میں جا چھپا، اتنے میں پولیس آ گئی، اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا

اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ کو قبول فرمایا دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔{رحمۃ للعالمین، 115-116، الطرق الحکمیہ، ابن قیم، 56}

رسالت کے سائے تلے:

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کم وبیش آٹھ سال کا طویل عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وشفقت اور نگرانی میں بسر کیا۔ آغوشِ رسالت میں پرورش پانے والے اس شہزادے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں پیش آمدہ مسائل وواقعات کو بھی ذہن نشین رکھا ایک دفعہ کا ذکر تھا کہ

مَرَّتْ جَنَازَةٌ بِابْنِ عَبَّاسٍ والحسنِ بنِ علي رضی اللہ عنہ فَقَامَ الحَسَنُ وقعد ابنُ عباسٍ فقال الحسنُ أليسَ قَدْ قام النبيُّ لجنازةِ يهوديٍّ أو يهوديَّةٍ مَرَّتْ به؟ فقال إبْنُ عباس۔ بلى و جلس {المعجم الکبیر، 3/87 حدیث 2744۔ السنن الکبریٰ 4/28}

ترجمہ: حضرت ابن عباس اور حسن رضی اللہ عنہما کے قریب سے جنازہ گزرا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے رہے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بیٹھا دیکھ کر) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ایک یہودی یا یہودیہ کا جنازہ جب گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے نہیں ہوئے تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کیوں

نہیں (یعنی آپ ﷺ کھڑے ہوئے تھے) مگر بعد میں آپ نے یہ کھڑا ہونا چھوڑ دیا تھا اور بیٹھے رہتے تھے۔

دوسری میں ہے ابوالحوراء رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كُنَّا عِنْدَ الْحَسَنِ بنِ عليٍّ فَسُئِلَ: مَاعَقَلْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ؟ فقالَ كُنْتُ أمشي معَه يومًا فَمَرَّ على جَرِينٍ مِنْ تَمْرِ الصدقةِ فوجَدتُ تَمْرَةً فألقيتُها في فيّ فأخْرجَها بِلُعَابِي فقال بعض القوم: ماعليكَ يارسولَ اللّٰهِ ﷺ لو تركتَها قال إنّا آلَ محمدٍ لاتَحِلّ لنا الصّدَقَةُ﴾ {مسند احمد 1/200 مجمع الزوائد 3/93 الصدقة لرسول الله وقال رجال احمد ثقات المعجم الكبير 3/78 حديث 2715۔ صفحہ 86 حديث 2741 }

ترجمہ: ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کسی نے سوال کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات یاد ہے؟ تو سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا آپ ﷺ کھجور کے ڈھیر کے پاس سے گزرے جو صدقہ کی کھجوروں کا تھا تو میں نے ایک کھجور پکڑ کر منہ میں ڈال لی آپ ﷺ نے میرے لعاب والی کھجور کو نکالا۔ بعض لوگ کہنے لگے اگر آپ رہنے دیتے تو کیا حرج تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آل محمد ﷺ پر صدقہ حلال نہیں۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے والہانہ محبت وعقیدت کے باوجود تربیت کے مواقع ضائع نہیں کیے، بلکہ ہر مناسب موقع پر اصلاح فرماتے ہوئے، سیدھی راہ دکھلائی، ہمیں بھی اپنی نگرانی اولادوں سے جائز ناجائز سب کچھ نہیں کروانا چاہیے بلکہ غلط، ناجائز اور حرام کے ارتکاب پر فوراً روک دینا چاہیے۔ یہی اسوۂ رسول ﷺ سے

ہمیں درس ملتا ہے۔

اسی طرح نمازِ وتر میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے سیکھی تھی، اور یہ دعا اس قدر جامع اور اہم ہے کہ دنیا وآخرت کی کوئی ایسی بہتری اور بھلائی نہیں جس کا ذکر اس مختصر اور جامع دعا میں بڑے ہی خوبصورت انداز میں موجود نہ ہو۔

ابوحوراء سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ فِي الْوِتْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْ مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَاقَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَايَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔

{جامع ترمذی، باب ماجاء فی القنوت 317/1، السنن الکبریٰ 209/2، اس کی سند صحیح ہے}

''حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کلمات سکھائے جو میں وتر میں پڑھتا ہوں، اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنہیں تو نے رشد و ہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت بخشی ہے اور جن لگوں کو تو نے اپنا دوست بنایا ہے ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے۔ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لئے برکت ڈال دے اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ اور بچا لے۔ یقیناً تو ہی فیصلہ صادر فرماتا ہے تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا اور جس سے تو محبت کرے وہ کبھی ذلیل وخوار اور رسوا نہیں ہو سکتا اور وہ شخص عزت نہیں پا سکتا جس کا تو دشمن ہو ہمارے پروردگار آقا! تو (بڑا) ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے۔''

ان روایات سے واضح ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کافی سمجھدار، ہوش منداور بڑے تھے۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خوفِ خدا:

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہمہ صفت موصوف انسانِ کامل تھے۔ والد اور نانا کی تربیت کا مزاج پر بڑا گہرا اثر تھا، ساری زندگی صدقات وحسنات میں بسر کردی۔ دنیا کی محبت کو قریب تک نہ پھٹکنے دیا۔ جی بھر کے اللہ کی عبادت کرنے والے جنت کے یہ سردار اس قدر اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور قدرت سے لرزہ براندام رہتے تھے، روضۃ الواعظین میں ہے:

أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ ارْتَعَدَتْ مَفَاصِلُهُ وَاصْفَرَّ لَوْنُهُ فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مَنْ وَقَفَ بَيْنَ يَدِي رَبِّ الْعَرْشِ أَنْ يَصْفَرَّ لَوْنُهُ وَتَرْتَعِدَ مَفَاصِلُهُ

{بحار الانوار، 339/43}

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے تو آپ کے جوڑ کانپتے اور رنگ زرد ہو جاتا، آپ سے اس کے متعلق کہا گیا تو آپ نے فرمایا: ہر اس بندے پر جو عرش کے رب کے سامنے کھڑا ہو لازم ہے کہ اُس کا رنگ زرد ہو اور اُس کے جوڑ کانپ اٹھیں۔

اور اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ جب نمازِ فجر سے فارغ ہوتے تو اشراق تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے۔ سبحان اللہ

اہل تاریخ نے آپ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ بیت اللہ کا حج کیا، ایک تعداد کے مطابق آپ نے کم وبیش بیس پچیس حج کیے۔ زیادہ تر آپ پیدل حج کیا کرتے تھے، سائل نے دریافت کیا کہ آپ سواری کی سہولت کے باوجود پیادہ حج کیوں کرتے ہیں، آپ فرمانے لگے، ادنیٰ غلام اپنے عظیم مولا کے سامنے سوار ہو کر نہیں بلکہ پیادہ جاتا ہی اچھا لگتا ہے۔

حضرات قارئین کرام! آج بعض احباب اہل بیت کے ساتھ محبت وعقیدت

کے بلند و بانگ دعوے تو کرتے ہیں مگر اُن کی سیرت کی ایک جھلک بھی اُن کے اندر نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو باکردار مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

فرزندانِ سیدنا حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ

مشہور سیرت نگار امام اہلحدیث حضرت سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام ہمام کے بارہ بیٹے تھے:

1 زید۔ 2 حسن مثنیٰ۔ 3 حسین۔ 4۔ طلحہ۔ 5 اسماعیل۔ 6 عبداللہ۔ 7 حمزہ۔ 8 یعقوب۔ 9 عبدالرحمٰن۔ 10 ابوبکر۔ 11 قاسم۔ 12 عمر

پانچ بیٹیاں:

1 فاطمہ۔ 2 ام سلمہ۔ 3 ام عبداللہ۔ 4 ام الحسین رملہ۔ 5 ام الحسن

امام حسن کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زید، حسن مثنیٰ، حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی مگر حسین اور عمر کا سلسلہ ختم ہوگیا اور اب دنیا میں زید اور حسن مثنیٰ کی اولاد باقی ہے۔ اولاد حسن علیہ السلام میں سے عمر اور قاسم اور عبداللہ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔{رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2/116، بحارالانوار 44/163 تا 173}

جنازہ و شہادت:

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی 47 بہاریں دیکھیں، مستند روایات میں ہے کہ

﴿تُوُفِّيَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَهُوَ ابْنُ سَبْعٍ وَّاَرْبَعِيْنَ﴾

{معجم کبیر، 3/71، نمبر 2693 اس کی سند صحیح ہے}

''سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ 47 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

یہ تو حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر شخص جانے کیلئے ہی آتا ہے، عام نیک لوگوں کے جنازوں پر خلق خدا سیلاب کی طرح اُمڈ آتی ہے لیکن جب نواسہ رسول جگر گوشہ فاطمہ بتول، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہوگا تو یقیناً مدینہ اپنی وسعتوں کے باوجود تنگیٔ داماں ہی کا شکار ہوا

ہوگا۔آپ رضی اللہ عنہ تقریباً 49یا50ہجری کو بوجہ زہر شہادت پائی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَاتَ شَهِيْدًا بِالسَّمِّ {تقریب التهذيب ترجمه حسن}

وہ شہید فوت ہوئے زہر کے ساتھ۔

{یاد رہے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زہر کی نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا قطعاً غلط ہے۔تفصیل کیلئے کتب تاریخ دیکھیں،نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسن رضی اللہ عنہ عالم الغیب نہیں تھے،اگر غیب جانتے ہوتے تو زہر نگلتے}

ثعلبہ بن مالک جو سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھے،فرماتے ہیں کہ آپ کے جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا،اتنی کثیر تعداد میں لوگ آئے کہ :لَوْ طُرِحَتْ اِبْرَةٌ مَا وَقَعَتْ اِلَّا عَلٰى رَأْسِ اِنْسَانٍ۔{مستدرک حاکم:3/173،الاصابۃ:2/13 }

اگر سوئی کو پھینک دیا جاتا تو وہ بھی کسی انسان کے سر پر ہی گرتی۔

یعنی لوگوں کی تعداد حد درجہ زیادہ تھی اور آپ کا جنازہ مدینہ کے گورنر سعید بن عاص نے پڑھایا۔جس طرح کہ روایت میں موجود ہے،ابو حازم کہتے ہیں:

فَرَأَيْتُ الْحُسَيْنَ يَقُوْلُ لِسَعِيْدِ بْنِ عَاصٍ وَيَطْعَنُ فِيْ عُنُقِهٖ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا سُنَّةٌ مَا قُدِّمْتَ يَعْنِيْ فِي الصَّلَاةِ۔

{مستدرك حاكم 3/171،مسند احمد:2/531،سنن البيهقي:4/8 }

میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ سعید بن عاص سے کہہ رہے تھے،گردے دھکیل کر کہ،آگے بڑھ......اگر سنت نہ ہوتی تو آگے نہ کیا جاتا،یعنی نمازِ جنازہ میں۔

بالآخر مدینہ میں طلوع ہونے والا یہ سورج مدینہ میں ہی غروب ہوگیا۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام اہل حدیث کی نظر میں:

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارا یہ موقف ہے کہ آپ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلے بیٹے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب نواسے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا کی لائی

ہوئی شریعت کے مطابق ساری زندگی بسر کی ہے، آپ نیک نامی میں اپنی مثال آپ ہیں اور بلاشبہ جنتی جوانوں کے سردار بھی ہیں۔ آپ سے بغض رکھنا موجبِ لعنت ہے آپ سے عقیدت ومحبت موجبِ رحمت ہے۔

ہمارے اسلاف میں سے جس امام ومورخ نے بھی آپ کا ذکر شروع کیا تو مدح وستائش سے اُس کا قلم جھوم اٹھا۔ ضیافتِ طبع کے لئے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ:

اَلْاِمَامُ السَّيِّدُ رَيْحَانَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَسِبْطُهُ وَسَيِّدُ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَبُوْمُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ الْهَاشِمِيُّ الْمَدَنِيُّ الشَّهِيْدُ۔

{السیر 3/246}

آپ امام، سردار، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہکتے پھول، آپ کے نواسے، جوان جنتیوں کے سردار، ابومحمد، قرشی، ہاشمی، مدنی اور شہید فی سبیل اللہ ہیں۔"

مزید فرماتے ہیں:

"حضرت حسن رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے امام، سردار، حسین وجمیل، عقل مند، سمجھدار، سخی، نا قابل تعریف، نیک سیرت، دیندار، پرہیزگار، صاحب وجاہت اور بڑی شان والے تھے۔"

اللّٰھمّ صلّ علیہ دائماً ابداً

آمین ثم آمین

مختصر تعارف

مکمل نام: حسین بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم

کنیت: ابوعبداللہ

جائے پیدائش: مدینہ طیبہ

تاریخ پیدائش: شعبان 4 ہجری، 4 جنوری 626م

حسن رضی اللہ عنہ سے چھوٹے: تقریباً ایک سال

حضرت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ: دوسرے بیٹے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کتنی عمر کے تھے: کم وبیش 6، سال

اولاد: چار بیٹے دو بیٹیاں

جائے شہادت: ملک عراق میدان کربلاء

تاریخ شہادت: 10 محرم 61 ہجری

کہاں دفن ہوئے: سرزمین کربلاء

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

نام حسین رضی اللہ عنہ بھی انتخابِ پیغمبر ہے!

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔تو پہلے کی طرح اس کا نام بھی سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک روایت کے مطابق حرب رکھا۔مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی کے مطابق پہلے نواسے کی طرح دوسرے نواسے کا نام بھی خود ہی تجویز فرماتے ہوئے حسین رکھا، آپ پڑھ چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ مجھے نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یقیناً یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ ہی کی طرف سے تھا۔

عقیقہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کم وبیش ایک سال چھوٹے تھے۔ جس طرح ولادتِ حسن رضی اللہ عنہ پر آپ نے عقیقہ کیا، اسی طرح سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔جس کی وضاحت وصراحت تیسرے باب شان الحسنین میں آئے گی اِنْشاء اللّٰہُ الْمَنَّان

نانا سے مشابہت:

خادمِ رسول سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کم وبیش دس سال آپ کی خدمت میں گزارے، لمبا عرصہ دربارِ رسالت کی فیوض و برکات کو اپنے دامن میں سمیٹتے رہے، اس قدر عالی مرتبت صحابی رسول بیان فرماتے ہیں کہ

﴿أُتِيَ عبيدَ اللّٰهِ بنَ زيادٍ برأسِ الحُسَيْنِ عليه السلام :فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهِ شَيْئًا فَقَالَ اَنَسٌ:

کان أشبھھم برسول اللہ ﷺ و کان مخضوباً بالوسمۃ﴾

{بخاری کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین }

جب عبیداللہ بن زیاد کے پاس ایک تشت میں حضرت حسین علیہ السلام کا سر مبارک لایا گیا تو وہ (بدبخت) اس پر لکڑی سے مارنے لگا اور آپ کے حسن اور خوبصورتی کے بارے میں کچھ کہا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت حسین رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور آپ کا سر وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔

صحیح جامع ترمذی کے الفاظ ہیں کہ سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿کنتُ عند ابنِ زیادٍ فَجِیَٔ برأسِ الحسینِ فجعل یقول: بِقَضِیْبٍ فی أنفه ویقول: مارأیتُ مِثل ھذا حُسْناً لم یُذکر، قال: قلتُ أمَا إنّه کان من أشبھھم برسول اللہ ﷺ﴾

{صحیح سنن ترمذی، المناقب 4/ 201 }

ترجمہ: میں ابن زیاد کے پاس تھا جب اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، تو وہ چھڑی کے ساتھ آپ کی ناک پر مارتے ہوئے (بطور تحکم) کہنے لگا، میں نے اس جیسا حسن نہیں دیکھا، اس کا ذکر کیوں ہوتا ہے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا، یہ تو ان میں سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

حدیث صحیح سے واضح ہوا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے، عکسِ رسالت کی جھلک تھے، سیدنا حسنین رضی اللہ عنہما کی مشابہت کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿من سرّہ أن ینظُرَ إلی أشْبَہِ النَّاسِ بِرسولِ اللّٰہِ ﷺ مابین عُنقِہِ إلی وجھه وشعرہ فلیَنظرْ إلی الحسنِ بنِ علی، ومن سرّہ ان ینظر إلی اشبه الناس برسول اللہ ﷺ مابین

عنقه إلى كعبه خَلقًا فلينظرُ إلى الحسينِ بنِ علي رضی اللہ عنہما﴾

{مسند احمد، مسند علی، کتاب الشریعة، باب الحسن والحسین 5/ 2146

کتاب فضائل الصحابة جلد 2صفحہ 973 اسنادہ حسن}

ترجمہ: جو چاہے کہ گردن، چہرہ اور بالوں کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ کسی کو دیکھے تو وہ حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے، اور جو چاہے کہ گردن سے ٹخنوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ کسی کو دیکھے تو وہ حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والے سے اللہ محبت فرمائے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے تھے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائیں گے اسے اپنا محبوب بنالیں گے۔ سبحان اللہ

سیدنا حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

﴿أنهمُ خَرجُوامع النبيِ صلى الله عليه وسلَّم إلى طعامٍ دُعُوا له فاذا حسينٌ يَلْعَبُ في السكّةِ قال فتقدَّم النبيُ صلى الله عليه وسلم امام القوم، وبسطَ يديه، فجعل الغلامُ يفرُّهُنَا وهُهُنا ويُضَاحِكُه النبيُ صلى اللهُ عليه وسلَّم حتّٰى أخذَه فجعلَ إحدى يدَيه تحتَ ذقَنِه والأُخرى في فأس رأسِه فَقَبّلَه وقال: حسينٌ مني وأنا من حسينٍ، أحبَّ اللهُ من أحَبَّ حُسينًا حسينٌ سِبْطٌ من الأسْبَاطِ﴾

{ابن ماجہ، 1/ 15۔ صحیح سنن الترمذی 4/ 204۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔

الفضائل . 12/ 102. صحیح موارد الظمآن المناقب 2/368 سلسلة الاحادیث الصحیحة 3/ 229حدیث 1227 }

ترجمہ: چند صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دعوت پر گئے، جس کے لئے مدعو کئے گئے تھے، پس اچانک حضرت حسین رضی اللہ عنہ گلی میں کھیل رہے تھے، صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلایا حضرت حسین رضی اللہ عنہ (نانا جان کو دیکھ کر) اِدھر اُدھر اچھلنے، کودنے لگے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو ہنسا رہے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پکڑا اور اپنا ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور ایک سر کے پچھلی طرف رکھا اور (رخسارِ حسین پر) بوسہ دیا اور فرمایا حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے، حسین نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین ایسے جاندار اور شاندار جملے ارشاد فرمائے جس سے عظمتِ حسین کی انتہاء فرمادی۔

1) حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْن

حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

2) اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا

حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے سے اللہ محبت فرمائے۔

3) سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔

نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے عظیم صحابیٔ رسول کی دل و جان سے تکریم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مستدرک حاکم میں ہے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿رأیتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ وهو حاملُ الحسينِ بنِ علي وهو يقول اللّٰهم انّي اُحِبّه فأحِبَّه﴾ {مستدرك حاكم ، مناقب حسين ، 3/177}

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے فرمارہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما۔

دنیا میں جنت کا مہمان دیکھ لو:

نبی اکرم ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی بشارت دی اور ان کے جنتی ہونے کا اعلان عام فرمایا۔ انہی خوش نصیب اصحاب رسول میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کہ جن کے جنتی ہونے کی گواہی سرکار دو عالم ﷺ نے زبان رسالت سے خود دی۔

حدیث صحیح میں ہے سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے۔

﴿مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ علی﴾ {مجمع الزوائد 9/192۔امام ہیثمی فرماتے ہیں (رجالہ رجال الصحیح) مسند أبی یعلیٰ 3/397حدیث 1874۔ المسند بتحقیق الأثری 2/348حدیث 1868۔صحیح موارد الظمان 2/368، کتاب فضائل الصحابة 2/973۔ السلسلة الصحیحه 7/1732حدیث4003}

ترجمہ: جس کو پسند ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ایک آدمی کو دیکھے پس حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔سبحان اللہ

قارئین کرام! سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اُن خوش نصیب اہل بیت میں سے ہیں کہ جن کے جنتی و بہشتی ہونے کی بشارت حضور نبی کریم ﷺ نے خود دی۔اس سے بڑھ کر سعادت مندی وخوش بختی اور کیا ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ مبشر بالجنة سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر کروڑ رحمتیں اور بخششیں نازل فرمائے اور ہمیں ان سے عقیدت رکھنے کی اور محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

کاندھلوی صاحب کی خیانت:

شانِ حسنین رضی اللہ عنہما پر مشتمل احادیث پڑھ کر ایک سچے محبِ رسول کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے اور بسا اوقات آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوجاتی ہیں مگر محرومی قسمت کہ بعض ناصبی حضرات فضائل حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق وارد روایات کو برداشت نہیں کرتے بلکہ اُن کی موشگافیاں پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان شہزادوں کی فضیلت میں آنے والی حدیث نے اُن کے آنگن میں آگ لگا دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی احادیث کو ضعیف ثابت کرنے کیلئے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے ہیں اور حضرات محدثین کرام پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے بھی ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔

یہاں پر سِبْطٌ من الأسباطِ کے حوالہ سے میں اس تعصب وہٹ دھرمی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا اظہار حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی نے اپنی کتاب ''مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت حصہ سوم'' میں کیا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں کہ قرآن میں اسباط نواسے کے معنیٰ میں نہیں آیا بلکہ ہر مقام پر پوتے کے معنیٰ میں آیا ہے۔ نیز ہر وہ روایت جس میں لفظ سبط نواسے کے معنیٰ میں ہو شیعہ کی اختراع ہے۔ اوراس میں تشیع کارفرما ہے اوراس لفظ کا وجود روایت کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے صفحہ 599

کاندھلوی صاحب کا یہ کہنا سراسر مبنی بر جہالت ہے یا تجاہل عارفانہ ہے وگرنہ لغتِ عرب میں، سبط، پوتوں اور نواسوں دونوں کے لئے مستعمل ہے قرآن مجید میں اگرچہ نواسۂ کے معنی میں نہیں آیا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا یہ معنی ہے ہی نہیں۔ مشہور کتاب تاج العروس میں ماہر لغتِ عرب السید مرتضٰی الزبیدی فرماتے ہیں ﴿کلامُ الائمةِ صَرِیْحٌ أنّه یَشْملُ ولد الإبن و الإبنة﴾ لفظ سبط بیٹے و بیٹی دونوں کی اولاد کو شامل ہے بلکہ نواسوں پر اس کا اطلاق یہی زیادہ مشہور ہے ﴿وهذا القولُ الاخیرُ هوا المشهور عند العامةِ﴾ مزید دیکھیں {تاج العروس جلد 5 صفحہ 148}

مشہور لغوی محمد بن مکرم الانصاری المعروف ابن منظور اپنی معروف زمانہ کتاب

میں لکھتے ہیں کہ سبط ﴿ولد الابن و الابنة﴾ پوتوں، نواسوں دونوں کے لئے ہے۔

{لسان العرب جلد 9 ص 181}

اور المعجم الوسیط جلد 1 / 414 میں بھی یہی عبارت ہے کہ ﴿السِبط ولدُ الابن و الابنةِ﴾ نیز یاد رہے کہ کتب تفسیر کا مطالعہ کرنے والے حضرات جانتے ہیں کہ نواسے بھی اپنے نانا کی اولاد میں شریک ہوتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ حجاج بن یوسف نے امام یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑے ظالمانہ انداز سے پوچھا اور تہدید آمیز لہجہ سے کہنے لگا کہ دلائل سے ثابت کرو حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے تھے؟ وگرنہ میں تمہارا برا حشر کروں گا۔ تو امام یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ نے سورہ انعام کی 85 آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ امام صاحب فرمانے لگے بتلاؤ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا باپ کون ہے؟ یہ عالمانہ وفقیہانہ جواب سن کر ظالم حیران رہ گیا۔ {تفسیر ابن کثیر جلد 2 صفحہ 173}

اور امام قرطبی رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ﴿وعُدَّ عیسیٰ من ذریّة ابراهیمَ وانّما هوابنُ البنتِ فاولادُفاطمةَ رضی الله عنها ذریّةُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبهذا تَمَسَّك من رأی ان ولدَالبناتِ یدخلون فی اسمِ الولد﴾ عیسیٰ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ وہ بیٹی کے بیٹے ہیں۔ پس اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں شامل ہیں یہی ان حضرات کی دلیل ہے جو نواسوں کو اولاد میں شامل قرار دیتے ہیں۔

مگر دعویٰ باطل کے مطابق مطلب کی عبارۃ نقل کرنا باقی تمام دلائل وقرائن اور حقائق وشواہد کو ہضم کرجانا کاندھلوی صاحب کی امتیازی خوبی اور عادت سیئہ ہے اور یاد رہے اسی مقام پر ہی نہیں کئی ایک مقامات پر کاندھلوی صاحب نے ذخیرہ حدیث کو داغ دار کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور حسنین کریمین سے بغض وعناد ظاہر کیا ہے، اس مذموم کاوش کا مفصل تعاقب میرے مشفق بزرگ اور ممتاز عالم دین ارشاد الحق الاثری حفظہ اللہ کی کتاب (احادیث صحیح بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش) میں ملے گا۔

سبط من الأسباط کا مفہوم بعض نے امت من الامم بھی کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خیر و بھلائی میں ایک اُمت ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات انبیاء کرام کی اولاد میں سے ہیں۔

{النہایۃ لابن الاثیر جلد 3 / 153}

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی پایہ تکمیل کو:

ذخیرہ حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سن 61 ہجری میں جس طرح بے دردی سے شہید کیا گیا اس کا تذکرہ سید الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان رسالت سے خود فرمایا اس ضمن میں کئی ایک احادیث مروی ہیں جو قوانین محدثین کے مطابق بالکل صحیح ہیں اور ائمہ محدثین نے انہیں صحیح تسلیم کیا ہے۔ محض ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان صحیح احادیث کو تسلیم نہ کرنا یقیناً بہت بڑی جرأت و جسارت ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر پیش گوئیاں اپنے اپنے وقت پر سچ ثابت ہوئیں، اسی طرح یہ پیش گوئی بھی برحق نکلی۔

سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ أَشْعَثَ أَغْبَرَ بِيَدِهِ قَارُورَةٌ فِيهَا دَمٌ، فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، مَا هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ، لَمْ أَزَلْ أَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْمِ، فَحَفِظْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَوَجَدْنَاهُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ۔ {مسند احمد 242/1، ھدایۃ الرواۃ 462/5 حدیث: 6130 الشیخ البانی، الشیخ وصی، الشیخ زبیر علی زئی سمیت دیگر محدثین و مشائخ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔}

میں نے ایک دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جس طرح سونے والا (خواب) دیکھتا ہے، پراگندہ اور خاک آلود پاؤں تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی بوتل تھی جس میں خون تھا، میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ

حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، جس کو میں آج چنتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے اس دن کو یاد رکھا تو میں نے پایا کہ ان کو اس دن قتل کیا گیا۔

امام اہل حدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح فرماتے ہیں{معلوم ہوا کہ یہاں جو حضرتِ حسین پر رنج و تکلیف ہوئی اُس کا حال دریافت کر کے عالم ارواح میں آپ کو رنج ہوا، اور مغموم ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبید اللہ بن زیاد، عمرو بن سعد، شمر اور خولی وغیرہ مردودوں نے حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کو رنج پہنچایا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی حرکت نہ کریں جس سے حضرت کے اہل بیت کو دنیا میں یا آخرت میں رنج پہنچے۔}

(حاشیہ مشکوٰۃ مترجم، کتاب المناقب، مناقب اہل بیت، الفصل الثالث)

اور اسی طرح ترجمان مسلک اہلحدیث علامہ زبیر علی زئی حفظہ اللہ اپنی مخرج اور محقق کتاب محبتِ ہی محبت صفحہ 105 پر اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:{اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر سخت غمگین تھے۔}

ایک روایت میں شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی کی طرف بایں الفاظ اشارہ کیا گیا حضرت عبداللہ بن نجی اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ

سَارَمع عَلِي رضي الله عنه و كان صَاحِبَ مِطْهَرَتِهِ، فلمَّا حاذىٰ نينوى وهو مُنطلِقٌ إلى صفين، فنادىٰ عَلِي رضي الله عنه اصْبِرْأبا عبدِالله، إصبِرأبا عبدِالله بشَط الفراتِ، قلتُ: ومَاذا؟ قال: دخلتُ على النبيِّ صلى الله عليه وسلمَ ذاتَ يوم وعَيْنَاهُ تَفِيْضَانِ، قلتُ: يانبيَّ اللهِ أأغْضَبَكَ أحدٌ ماشأنُ عَينَيكَ تفيضانِ؟ قال: بلى، قامَ مِن عِندِي جبريلُ قبلُ فحدَّثَنِي أنَّ الحُسَينَ يُقتلُ بشَط الفراتِ قال:هَلْ لَكَ إلى أنْ أشِمَّكَ مِنْ تُرْبَتِهِ قال: قلتُ: نَعَمْ، فمدَّ يَدَهُ فَقَبَضَ قَبْضَةً مِن تُرَابٍ فأعْطَانِيها فلم أمْلِكْ عَيْنَيَّ أنْ فَاضَتَا۔

{مجمع الزوائد 9 / 190 باب مناقب الحسین بن علی علیہما السلام، علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رواہ أحمد و ابویعلیٰ والبزّارُ والطبرانی ورجالہ ثقاتٌ مسند ابی یعلی 1 / 498 حدیث 363، اس کی سند حسن ہے. وأشار الشیخ الأثری الی کونہ حسنا 1 / 206 حدیث 358. کتابُ الشریعۃ جلد 5 صفحہ 2175 باب أخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقتل الحسین۔ الشیخ عبداللہ الدمیجی فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے، نیز الشیخ عبدالقادر جوندل والشیخ حسین سلیم احمد نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔ ھامش المطالب العالیۃ ج 8 صفحہ 249 باب مقتل حسین۔ محدث شہیر امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلسلہ احادیث صحیحہ جلد 3 صفحہ 159 حدیث 1171 کے تحت ذکر کیا ہے۔}

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے طہارت کا پانی اٹھاتے تھے وہ علی کیساتھ سفر پر گئے اور صفین کو جاتے ہوئے جب مقام نینویٰ پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے ابو عبداللہ، اے ابو عبداللہ فرات کے کنارے صبر کرنا۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہوئی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول کسی نے آپ کو غصہ دلایا ہے رو رو کر کیا حالت ہے آپ کی آنکھوں کی؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے کیوں نہیں۔ ابھی جبرائیل میرے پاس سے گیا ہے اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کو فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں وہاں کی مٹی آپ کو سونگھا دوں۔ میں نے کہا ہاں، پس جبرائیل نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا اور ایک مٹھی بھر مٹی پکڑی اور مجھے پکڑا دی۔ پس پھر میری آنکھیں قابو میں نہ رہیں حتیٰ کہ آنسو بہہ نکلے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر سن کر شدت غم و تأسف کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زار و قطار رو پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں قابو میں نہ رہیں، مگر افسوس کہ آج کا محقق ذکرِ شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، سلطنت کا حریص اور خطا کار ثابت کرتا ہے، اور اس المناک واقعہ پر افسردگی کی بجائے اس کے چہرے پر، اس کے قلم سے گستاخی و بے ادبی کے جذبات اور جراثیم ظاہر ہوتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ آمین ثم آمین

یاد رہے! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق غیر مناسب رویہ ناصبی حضرات کا ہوتا ہے، لیکن جہالت کی وجہ سے وہ اہل حدیث کے ذمہ ڈال دیا جاتا ہے۔ الحمدللہ کوئی ثقہ اہل حدیث عالم آپ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ انہی نواصب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جماعۃ الدعوۃ کے مرکزی ادارہ المعہد العالی مرید کے فاضل مولانا تفضیل احمد لکھتے ہیں کہ: شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ پر بعض نام نہاد تحقیق نگاروں اور ناقدین نے اپنے قلم تیشے کی صورت میں استعمال کر کے عظمتِ حسین رضی اللہ عنہ کی بلند عمارت میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کی ہے اور اسی طرح بعض افسانہ نگاروں نے اسے داستانوں میں بدل دیا ہے۔ (ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں؟، صفحہ 78)

امام العصر محدث الدھر شیخ الاسلام علامہ البانی رحمہ اللہ نے دیگر روایات کو بھی نقل فرمایا ہے جن میں سے دو مختصر روایات درج ذیل ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿أتاني جبرائيلُ عليه الصَّلاةُ والسَّلامُ فأخبرَني أنَّ أمَّتي ستَقتُلُ ابنِي هٰذا (يعني الحسينَ) فقلتُ أهٰذا؟ فقال: نَعَمْ، وأتاني بتربةٍ مِنْ تُربتِهِ حَمْرَاءَ﴾

{السلسلة الصحيحة 2/484 حديث 821}

ترجمہ: میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے مجھے خبر دی کہ میری امت عنقریب میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی۔ میں نے کہا کیا اس کو؟ تو جبرائیل نے کہا ہاں اور وہ میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی لے کر آیا۔

اور اسی طرح ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿لقد دخلَ عليَّ البيتَ ملَكٌ لمْ يدخُلْ عليَّ قبلَها فقالَ: إنَّ ابنَكَ هٰذا حسينٌ مقتولٌ وإن شئتَ أريتُكَ من تربةِ الأرضِ الَّتي يُقتَلُ بها﴾ {السلسلة الصحيحة 2/485 حديث 822}

ترجمہ: میرے گھر میں ایک ایسا فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اس نے کہا یقیناً تمہارا بیٹا

حسین قتل کر دیا جائے گا اور اگر تو چاہے تو میں تجھے اس زمین کی مٹی دکھلاؤں جہاں پر قتل ہوگا۔

اس ضمن میں عمارہ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ جس روز حضرتِ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو ہم خالد بن عرفطہ کے پاس تھے، تو خالد نے ہمیں بیان کیا:

هٰذَا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّكُمْ سَتُبْتَلُوْنَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ۔

(رواہ الطبرانی والبزار مجمع الزوائد 9/194 اس کی سند صحیح ہے)

یہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میرے بعد میرے اہل بیت کے معاملہ میں آزمائے جاؤ گے۔"

حضرات محدثین رحمہم اللہ کرام کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر آپ کو بذریعہ فرشتہ دی گئی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہی بے اختیار رو پڑے اور شدتِ غم کا اظہار فرمایا۔ سلامُ اللّٰہِ علیہِما

پھول سا چہرہ بھی مرجھایا شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر
تو بے فکر، کرتا ہے ذکر، مسکراتے ہوئے (راسخ)

اور یاد رہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری صحیح روایات میں پیش گوئیاں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت آئے گا ظالم لوگوں کی حکمرانی ہوگی اور میری امت کی تباہی، قریش کے چھوکروں کے ہاتھ سے ہوگی۔ اسی لئے تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 60ھ کے بعد والے فتنوں اور ظلموں سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الفتن، حدیث: 7058، مع فتح الباری)

قاتلینِ حسین کے متعلق ہمارے اسلاف کا موقف:

ہم تو کسی ادنیٰ صحابی کی ادنیٰ سی توہین کرنے والے کو پسند نہیں کرتے، چہ جائیکہ ہم قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو اچھا سمجھیں .... کون ہے......؟ جو مسلمان بھی ہو اور نواسۂ رسول جنتی جوانوں کے سردار حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے محبت رکھتا ہو......؟ ہمارا یہ

ایمان ہے کہ ایک دل میں یہ دو چیزیں قطعاً نہیں سما سکتیں۔ بعض احباب شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم قاتلین حسین سے خیر خواہی کرتے ہوئے اُن کا دفاع کرتے ہیں حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ ہمارے نزدیک قاتلین حسین سے بغض رکھنا فرض ہے۔ تمام اہلحدیث قاتلین حسین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ البتہ تاریخی روایات کے تضاد کی وجہ سے ہم حتمی طور پر آپ کے قاتلین کا تعین نہیں کر سکتے اور اسی وجہ سے ہم کسی معین شخص پر لعنت نہیں کرتے۔ اور معین شخص پر لعنت کرنا شریعت کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق درست نہیں۔ البتہ اجمالی طور پر قاتلین حسین سے ہم کُلی طور پر براءت و نفرت کرتے ہیں۔ مشہور محدث و فقیہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

﴿لَوْ كُنْتُ فِيْمَنْ قَاتَلَ الْحُسَيْنَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ لَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَنْظُرَ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم﴾

{ معجم کبیر طبرانی، 3/112 روایت 28,29، اس کی سند حسن ہے۔ الاصابۃ 2/17 }

اگر میں اُن لوگوں میں ہوتا جنہوں نے حسین سے لڑائی کی پھر میں جنت میں داخل ہو جاتا البتہ میں شرم محسوس کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھوں۔

اور یقیناً دنیا کی بدنامی کے ساتھ ساتھ جب قاتلین حسین حوضِ کوثر پر وارد ہوں گے تو اُن کو ذلت ہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

امام شہیر، محدث کبیر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

مئة الفَ الفَ لعنةٍ علی قاتلِ الحُسینِ۔

{ کتاب الشریعۃ 5/2183 }

''قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ پر لاکھوں لعنتیں ہوں۔''

شیخ الاسلام امام اہل حدیث حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل بیت سے محبت و عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿مُحَبَّتُهُمْ عِنْدَنَا فَرْضٌ وَاجِبٌ يُؤْجَرُ عَلَيْهِ﴾ {فتاوی 4/478}

اہل بیت سے محبت لازمی فرض ہے، جس پر اللہ کی طرف سے بہت اجر ملے گا۔

سرخیل مسلک محدثین فرماتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت فرض اور باعث اجر بھی ہے۔ اب بھی کوئی اہل حدیث یا محدثین کو اہل بیت کا مخالف سمجھے یا کہے تو یہ بہت بڑی تہمت ہے ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾

شیخ الاسلام قاتلین حسین پر لعنت کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

﴿ وأمّا مَنْ قَتَلَ الحُسينَ أو أعانَ على قَتلِه أو رَضِي بذلك فَعَلَيه لعنةُ اللّٰهِ والملائكةِ والنّاسِ أجْمَعِيْن لايَقبلُ اللّٰهُ منه صرفاً ولا عدلاً ﴾

جس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس کے قتل پر مدد کی یا قتل پر راضی ہوا۔ ایسے (ذلیل) پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ (ایسے ظالموں) کی فرض و نفل کوئی عبادت قبول نہ کرے۔

جس طرح قاتلین حسین کو ہمارے اسلاف نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے ہم اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

النبراس شرح العقائد صفحہ 133 پر قاتلین حسین کا تذکرہ بایں الفاظ ہے:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَمَرَبِهٖ اَوْ اَجَازَهٗ اَوْ رَضِيَ بِهٖ۔

اہل سنت والجماعت نے بالاتفاق ہر اُس شخص پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے جس نے آپ کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا آپ کے قتل کو جائز قرار دیا یا اس سے راضی ہوا۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بڑی صراحت کے ساتھ یہ موقف واضح کیا ہے کہ اجمالی طور پر قاتلین حسین پر لعنت کرنے میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ {شرح فقہ اکبر صفحہ 87}

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بد دعا:

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ہم ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس

تھے، میں نے ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنی اور وہ حضرتِ ام سلمہ کے پاس آئی اور کہنے لگی، حضرتِ حسین کو شہید کر دیا گیا ہے، تو امِ سلمہ نے فرمایا:

قَدْ فَعَلُوهَا مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ نَارًا وَوَقَعَتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا وَقُمْنَا

{تاریخ دمشق، 229/14، تهذيب التهذيب 430/1 اس کی سند حسن ہے}

کیا انہوں نے ایسا کیا ہے......؟ اللہ تعالیٰ اُن کے گھروں کو آگ سے بھر دے یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئیں اور ہم واپس آ گئے۔

قارئین کرام ......! ہمیں کسی عام باکردار شخص کے متعلق یہ خبر پہنچے کہ اُس کو ظالموں نے شہید کر دیا ہے تو بے ساختہ ہماری زبان سے کلمۂ بددعائیہ نکل جاتا ہے، وہ تو آخر نواسۂ رسول اور اللہ کی زمین پر آپ کی نشانی تھے۔

اور اسی طرح عجب حیرت کی بات ہے کہ ام المومنین حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مقبول سند کے ساتھ مروی ہے انہوں نے فرمایا: سَمِعْتُ الْجِنَّ تَنُوحُ عَلَى الْحُسَيْنِ جنوں کو حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر روتے ہوئے سنا گیا۔ (معجم کبیر، 3/121، روایت: 2862، فضائل صحابہ امام احمد، 2/776، روایت: 3173 اس کی سند حسن ہے)

اسی طرح شارح حدیث اور امام اہلحدیث عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں وارد حدیث کے تحت قاتلین حسین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس سے بڑھ کر اور تکلیف کیا ہو سکتی ہے کہ ظالموں نے اُن کے لختِ جگر کو شہید کر دیا، یقیناً وہ دنیا میں بھی بدتر انجام کو پہنچے ﴿ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ ﴾ اور آخرت کا عذاب اُن کے لئے زیادہ سخت ہے۔

{تحفۃ الاحوذی، شرح جامع الترمذی، 10 / 251 }

ترجمانِ مسلک اہل حدیث علامہ زبیر علی زئی اپنی محقق اور مخرج کتاب ''محبتِ ہی محبت'' صفحہ 108 پر قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنا موقف واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آخر میں اُن لوگوں پر لعنت ہے جنہوں نے سیدنا و محبوبنا و امامنا الحسین بن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا شہید کروایا یا اس کے لیے کسی قسم کی معاونت کی۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو سیدنا

،الامام، المظلوم، الشہید حسین بن علی رضی اللہ عنہ، تمام اہل بیت اور تمام صحابہ کی محبت سے بھر دے۔

گستاخِ سیدنا حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کا انجام:

اہل حدیث کے نزدیک اللہ کے کسی نیک ولی اور سچے بزرگ سے بغض رکھنا اللہ سے جنگ لڑنے کے مترادف ہے۔ چہ جائیکہ کوئی شخص سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھرانے کے بارے میں توہین آمیز جذبات رکھے۔ بلکہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا یا اُن کی شان میں گستاخی کرنے والا اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا اور دہکتی آگ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ۔

{مستدرک حاکم 150/3، السلسلة الصحيحة 2488}

”قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کوئی بھی ہم اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ اُس کو ضرور جہنم میں داخل کرے گا۔“

یہ تو اُخروی انجام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا، بسا اوقات اللہ تعالیٰ ایسے ظالمین کی دنیا میں ہی پکڑ کر لیتے ہیں۔ اندازہ فرمائیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی توہین کرنے والا گستاخ کس طرح اپنے انجام کو پہنچا۔ جامع ترمذی میں صحیح سند سے روایت ہے، حضرتِ عمارہ بن عمیر بیان فرماتے ہیں:

﴿لَمَّا جِيئَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَّأَصْحَابِهٖ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحْبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّءُوْسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِيْ مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتّٰى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوْا قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ

مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا﴾ (جامع ترمذی، المناقب، تحفہ: 4/341 اس کی سند صحیح ہے)

ترجمہ: ''جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مسجد میں لا کر رکھ دیئے گئے جو رحبہ نامی مقام میں تھی تو میں وہاں گیا اور لوگ اچانک کہنے لگے وہ آیا وہ آیا اور وہ ایک سانپ تھا جو لوگوں میں سے ہو کر آیا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں تھوڑی دیر گھسا رہا پھر نکلا اور چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر لوگوں نے کہا کہ وہ آیا وہ آیا وہ پھر گھسا اور اس طرح تین بار یا دو بار کیا۔''

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری اپنی مشہور سلفی الفکر تشریح تحفۃ الاحوذی میں اس حدیث کے تحت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم و فاسق کو حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی اہانت پر دنیا میں ہی سزا دی اور اُس کا مکروہ انجام لوگوں کو دکھلایا۔

اس حدیث کی توضیح میں مفتی عبدالرحمٰن عابد، نائب مفتی شرعی عدالت جماعۃ الدعوۃ پاکستان کے شاگرد محترم تفضیل احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

گویا وہ سانپ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاتلو! تمہارے چہروں پر لعنت بھیجتا ہوں، تمہاری سزا یہی ہے کہ تم مرنے کے بعد بھی لوگوں کے لئے تماشۂ عبرت بن جاؤ، تمہارا نام بھی لوگ نفرت و حقارت سے لیں گے اور حسین رضی اللہ عنہ سے غیر مسلم بھی یوں محبت کا اظہار کریں گے۔ (ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں؟ صفحہ 90)

مشہور جلیل القدر معروف ثقہ تابعی حضرت ابو رجاء عطاردی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

لَا تَسُبُّوْا عَلِيًّا وَلَا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ فَإِنَّ جَارًا لَنَا مِنْ بَلْهُجَيْمٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنَ الْكُوْفَةِ قَالَ أَمَا تَرَوْنَ إِلَى هٰذَا الْفَاسِقِ ابْنِ الْفَاسِقِ قَتَلَهُ اللّٰهُ فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِيْ عَيْنَيْهِ فَذَهَبَ بَصَرُهُ۔

{معجم کبیر، 3/112، روایت: 2830، مجمع الزوائد: 9/199، تہذیب التہذیب 1/430، منتقیٰ حیاۃ الصحابۃ 466، اس کی سند صحیح ہے}

"علی اور اہل بیت میں کسی کو برا بھلا نہ کہو(بلھجیم) کا ہمارا ایک پڑوسی ہمارے پاس کوفہ آیا اور اُس نے کہا کیا تم اس فاسق کے بیٹے فاسق کی طرف نہیں دیکھتے (یعنی حسین رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دونوں آنکھوں میں دو ستارے پھینکے اور اُس کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ یعنی یہ بد بخت دنیا میں ہی اندھا ہو گیا۔"

اور اسی طرح ربیع بن منذر ثوری اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ يُبَشِّرُ النَّاسَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ فَرَأَيْتُهُ أَعْمَى يُقَادُ

{تہذیب التہذیب 429/1}

"ایک آدمی لوگوں کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خوشخبری دینے کے لئے آیا بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ اندھا ہو گیا اور لوگ اُس کو پکڑ کر چلاتے تھے۔"

بہر صورت اہل بیت کا احترام اور بالخصوص محبتِ حسین جزو ایمان ہے اور جہاں اِن کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہنا گمراہی ہے اسی طرح اُن کی محبت میں غلو بھی قطعاً درست نہیں۔

میدانِ کربلاء میں عظیم کردار:

واقعہ کربلا کے حوالہ سے قصہ خواں حضرات لوگوں کو رُلانے اور اپنی جیب گرمانے کے لئے عجیب قسم کی موشگافیاں کرتے رہتے ہیں، ایسے افراد کی تقریر سنیں یا تحریر پڑھیں تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے یہ لوگ کیمرہ لئے ہوئے میدان کربلا میں کھڑے تھے اور ایک ایک منظر کو محفوظ کر رہے تھے۔

امام الہند ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ بھی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

{افسوس یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ شہید اعظم اور اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ صفحہ 5}

بہر صورت واقعۂ کربلا میں حضرتِ حسین کا عظیم کردار کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے قدم قدم پر ذاتِ کبریا کو یاد رکھا اور اپنے اہل و عیال کو صبر کی تلقین

فرماتے رہے۔ جس طرح کہ آپ مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں:

پہلا واقعہ:

سب سے پہلے سفر عراق میں جاتے ہوئے جب ''زرود'' مقام پر آپ پہنچے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کے متعلق اطلاع ملی کہ عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ نے اسے قتل کر دیا ہے، تو آپ نے جزع وفزع کا اظہار کیا؟ نہیں بلکہ آپ نے سنا تو بار بار یہی پڑھتے رہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اور یہی قرآن کریم نے اہل صبر کی تعریف میں فرمایا ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ {البقرۃ: 155-156}

''صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو یہ لوگ ہیں جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

دوسرا واقعہ:

جس وقت ابن زیاد کی بھیجی ہوئی فوجوں نے جو ہزارہا کی تعداد میں تھیں، آپ رضی اللہ عنہ پر اور آپ کے رفقاء پر حملہ کیلئے اقدام کیا۔ اس وقت حضرت امام کے رفقاء کی تعداد کل 72 تھی اور دوسری طرف ہزاروں کی تعداد میں دشمن تھا۔ موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس وقت بھی آپ نے صبر وتوکل اور اعتماد علی اللہ کا کیسا ثبوت پیش کیا؟ اس وقت کی دعا یہ تھی ''الٰہی ہر مصیبت میں تو ہی میرا ملجا وماویٰ ہے۔ ہر تکلیف میں تجھی پر اعتماد وتوکل ہے۔ کتنی مصیبتیں پڑیں کہ تدبیر نے جواب دے دیا۔ دوست نے بے وفائی کی۔ دشمن نے خوشیاں منائیں۔ مگر میں نے تجھ ہی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے تو ہی احسان والا اور ہر نعمت کا مالک ہے۔''

{ قارئین کرام اندازہ فرمائیں کہ تنگی وخوف کے عالم میں بھی سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کس طرح آیات قرآنیہ کی تفسیر بنے اور اپنے نانا کے عقیدہ وسیرت کو سینے سے

لگایا۔ اور الحمدللہ دعوۃ اہل حدیث بھی یہی ہے، ہم کہتے ہیں لوگو! عقیدت میں ڈوب کر عقیدہ خراب نہ کرو۔ اہل بیت سے محبت کرو اور ضرور کرو مگر دین کے دائرہ میں رہ کر۔ جس طرح حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ نے غمی و خوشی میں ایک ہی اللہ کو پکارا اور اُسی کے سامنے اپنے سر کو جھکایا اسی طرح ہمیشہ ایک ہی اللہ کو پکارو اور اُسی کے سامنے اپنی گردن کو جھکا دو۔ مگر افسوس کہ آج ہم نے اسلام کے عظیم شہید کی شہادت کی یاد میں تمام اسلامی تعلیمات و اقدار کو فراموش کر دیا ہے۔ جو کہ سچے محبین کی شان کے سراسر خلاف ہے۔}

تیسرا واقعہ:

جب جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے تو حضرت امام اس سے چند منٹ پیشتر اپنے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہیں سب اہل بیت کو جمع کرو۔ سب حاضر ہوتے ہیں تو آپ ان سب کو مخاطب کر کے یہ وصیت فرماتے ہیں:

أُوْصِيكُنَّ إِذَا أَنَا قُتِلْتُ فَلَا تَشْقُقْنَ عَلَيَّ جَيْبًا وَلَا تَلْطُمْنَ عَلَيَّ خَدًّا وَلَا تَخْدَشْنَ عَلَيَّ وَجْهًا

"تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میں جس وقت دشمن کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو میرے ماتم میں نہ گریبان چاک کرنا، نہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا، نہ اپنے منہ کو زخمی کرنا۔"

{یقیناً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یہ جانتے تھے کہ اسلام نے بے صبری و ماتم کو قطعاً پسند نہیں فرمایا بلکہ سختی سے منع فرمایا اور آپ کو اپنے نانا محترم کا یہ فرمان اچھی طرح یاد تھا کہ

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ﴾ صحیح بخاری

"جس نے رخساروں کو پیٹا، گریبان کو چاک کیا اور جاہلیت کے بول بولے وہ ہم میں سے نہیں"

سلام ہو عظمتِ حسین رضی اللہ عنہ کو کہ آپ نے آخر دم تک نانا کے فرمان کا پاس رکھا اور اپنے اہل بیت کو صبر و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے قیامت تک کے مسلمانوں کے سامنے عظیم نمونہ پیش کیا۔

چوتھا واقعہ:

جس وقت حضرت امام میدان کربلا میں قاسم بن حسن کی لاش کو اٹھا کر اپنے خیمہ کے سامنے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا تو اہل بیت کے رونے کی آوازیں آپ کو سنائی دیں، آپ نے اس وقت بھی یہی ارشاد فرمایا:

صَبْرًا یَااَھْلَ بَیْتِیْ، صَبْرًا یَّا اَبْنَا عُمُوْمَتِیْ، لَا رَاَیْتُمْ ھَوَانًا بَعْدَ ذٰلِکَ

"اے اہل بیت صبر کرو، اے چچاؤں کی اولاد صبر کرو، اس کے بعد تمہیں کوئی ذلت اور تکلیف آنے والی نہیں۔"

پانچواں واقعہ:

جس وقت امام حسن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے چچا امام حسین پر تلوار کے وار کو روکا تو ان کا داہنا ہاتھ شانہ سے کٹ کر جدا ہو گیا، تو حضرت امام نے اپنے خاندان کے اس نوجوان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰی مَانَزَلَ بِكَ وَاحْتَسِبْ فِیْ ذٰلِكَ الْخَیْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُلْحِقُكَ بِاٰبَائِكَ الصَّالِحِیْنَ۔

"بھتیجے! جو مصیبت اس وقت تم پر آئی ہے، اس پر صبر کرو اور اس پر اللہ سے ثواب کے امیدوار رہو، اب بہت جلد اللہ تم کو تیرے صالح باپ دادوں سے ملا دے گا۔"

چھٹا واقعہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا صاحبزادہ حضرت علی اصغر چھ ماہ کا بچہ جب شدت پیاس

سے تڑپنے لگا تو آپ اس کو گود میں اٹھا کر لائے اور دشمنوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تمہیں مجھ سے تو دشمنی ہو سکتی ہے لیکن اس معصوم بچہ کے ساتھ کیا دشمنی ہے اس کو تو پانی دو کہ شدت پیاس سے دم توڑ رہا ہے'' اس کے جواب میں دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا اور اس بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا اور اس نے اسی جگہ جان دے دی، حضرت امام نے اس قدر ہوش ربا سانحہ پر کمال صبر واستقامت کے ساتھ کچھ کیا تو یہ کیا کہ اس کے خون سے چلو بھر کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ مَانَزَلَ بِیْ اِنَّہٗ لَایَکُوْنُ اَھْوَنَ عَلَیْكَ مِنْ فَصِیْلٍ

یا اللہ! جو مصیبت اس وقت مجھ پر نازل ہے اس کو تو آسان کر۔ مجھے امید ہے کہ اس معصوم بچے کا خون تیرے نزدیک حضرت صالح کی اونٹنی کے بچے کے قتل سے تو کم نہیں ہوگا۔

ساتواں واقعہ:

میدانِ کربلا کے سارے واقعات کو لکھنا اور ان میں حضرت امام کا اسوۂ حسنہ دیکھنا تو زیادہ تفصیل کا طالب ہے۔ اب آخر میں آپ خود حضرت امام کے واقعہ شہادت کو دیکھئے کہ جب آپ کا جسم زخموں سے چور ہو گیا اور آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے۔ تو اس وقت بھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پانے والے، رسول اللہ کے کندھے پر سواری کرنے والے، نوجوانانِ جنت کے سردار حسین بن فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے اگر کچھ کلمات نکلے تو یہی نکلے:

صَبْرًا عَلٰی قَضَائِكَ یَارَبِّ لَآ اِلٰہَ سِوَاكَ

''تیرے فیصلہ پر میں صابر اور راضی ہوں۔ اے میرے رب! تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔'' {ملاحظہ فرمائیں کتب تاریخ، مقتل حسین رضی اللہ عنہ، اسوہ حسین رضی اللہ عنہ از داؤد غزنوی 28 تا 31}

سانحہ کربلا اور سچے مسلمان کا کردار:

شہادت کی سعادت ہو یا موت کی حقیقت ہو ہر ایک شکل میں ورثاء واحباء کو صبر کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ شہید یا فوت ہونے والے کے لیے بلندی درجات کی دعا کرے اور اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ یومِ شہادت یا روزِ وفات کو مخصوص کرتے ہوئے اُس دن آہ وبکا اور ماتم کی محافل بپا کرنا دین اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ کیونکہ دین کی تمام تعلیمات صبر وحلم اور رضا وتسلیم کے اردگرد ہی گھومتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اصحابِ محمد یا آلِ محمد صلوات اللہ علیہم میں سے جو بھی شہید ہوا، یا فوت ہوا اس نے اپنے ورثاء کو بڑی سختی سے صبر اور دعائے خیر کی وصیت فرمائی۔ واقعہ کربلا کے حوالے سے یومِ عاشورہ کو ماتمی جلوس یا مجلسیں بپا کی جاتی ہیں، اس ضمن میں ہم اپنے اسلاف کی ایک مختصر اور جامع عبارت یا ترجمہ نقل کرنا چاہتے ہیں جس سے اہل حدیث کا منہج اچھی طرح واضح ہو جائے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے:

فَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُحْزِنَهُ قَتْلُهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنِ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّتِيْ هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِهِ وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا، وَلٰكِنْ لَا يَحْسُنُ مَا يَفْعَلُهُ الشِّيْعَةُ مِنْ إِظْهَارِ الْجَزْعِ وَالْحُزْنِ الَّذِيْ لَعَلَّ أَكْثَرَهُ تَصَنُّعٌ رِيَاءٌ وَقَدْ كَانَ أَبُوْهُ أَفْضَلَ مِنْهُ فَقُتِلَ، وَهُمْ لَا يَتَّخِذُوْنَ مَقْتَلَهُ مَأْتَمًا كَيَوْمِ مَقْتَلِ حُسَيْنٍ فَإِنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ خَارِجٌ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي السَّابِعِ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ أَرْبَعِيْنَ وَكَذٰلِكَ عُثْمَانُ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ عَلِيٍّ

عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَقَدْ قُتِلَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فِي دَارِهِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ مِنْ شَهْرِ ذِي الْحَجَّةِ سَنَةَ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ، وَقَدْ ذُبِحَ مِنَ الْوَرِيدِ إِلَى الْوَرِيدِ، وَلَمْ يَتَّخِذِ النَّاسُ يَوْمَ مَقْتَلِهِ مَأْتَمًا وَكَذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ قُتِلَ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ صَلَاةَ الْفَجْرِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَلَمْ يَتَّخِذِ النَّاسُ يَوْمَ مَقْتَلِهِ مَأْتَمًا وَكَذٰلِكَ الصِّدِّيقُ كَانَ أَفْضَلَ مِنْهُ الخ (تعلیق صحیح تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 71)

ترجمہ: ہر مسلمان کے لیے لائق ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شہید کر دیا جانا اس کے لیے باعثِ غم اور افسوس ہو، بلاشبہ وہ مسلمانوں کے سرداروں اور علماء صحابہ میں سے تھے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے تھے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ عابد وزاہد، بہادر ونڈر اور سخی وفیاض تھے، لیکن شیعہ حضرات نے جزع وفزع اور غم کا اظہار کرنے کے لیے جو انداز اختیار کیا ہے وہ اچھا نہیں، شاید کہ وہ دکھلاوے اور ریاء کی بنا پر کرتے ہیں، یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کے والد گرامی اُن سے افضل تھے، انہیں بھی شہید کر دیا گیا، لیکن شیعہ حضرات اُن کی شہادت والے دن اُس انداز سے ماتم نہیں کرتے جس انداز سے حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت والے دن کرتے ہیں اور اُن کو جمعہ کے دن فجر کی نماز پڑھانے جاتے ہوئے شہید کیا گیا تھا، اسی طرح اہل سنت والجماعت کا موقف ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، اُن کو 36 ہجری ماہ ذوالحجہ ایام تشریق کے دنوں میں شہید کیا گیا اور اس بے دردی سے شہید کیا گیا کہ آپ کی شہہ رگ کو کاٹ دیا گیا۔ لیکن لوگوں نے اُن کی شہادت والے دن ماتم نہیں کیا۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں، اُن کو محراب میں نماز فجر کی قرأت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ لیکن لوگوں نے اُن کی شہادت والے دن ماتم نہیں کیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

ان تمام سے افضل تھے، لیکن لوگوں نے اُن کی وفات کو یوم ماتم نہیں بنایا۔

غرض اہل حدیث کا موقف یہ ہے کہ حبِ حسین رضی اللہ عنہ کے اظہار کے لیے یوم عاشورہ کا ماتم قطعاً درست نہیں۔ یہی وجہ ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے خانوادہ کے عظیم آئمہ نے بھی آپ کا ماتمی تہوار نہیں منایا۔ اسی لیے آج ہم بھی ایسی رسومات نہیں کرتے۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہمیں صبر وشکر و زندگی عطا فرمائے۔ اور بڑے سے بڑے محبوب کی وفات یا شہادت کے بعد صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ اس امت مسلمہ کو اعتدال کی راہ پہ گامزن فرما دے۔ آمین ثم آمین

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اہلحدیث کا موقف:

ہم آپ کے متعلق نازیبا انداز اور توہین آمیز کلمات کو قطعاً برداشت نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ بلاشبہ حق پر تھے اور آپ شہادت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں اور آپ جنتیوں کے سردار بھی ہیں، آپ سے محبت کرنے والا محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں محبوبِ خدا بھی ہے۔ اور الحمد للہ ہم نے یہ عقیدت و محبت ورثہ میں پائی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔

فاروق اعظم حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا سلوک کرتے:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فطرۃً محبت تھی، کیونکہ جن نفوسِ قدسیہ نے آپ کے اشاروں پر اپنی جانوں کو قربان کر دیا وہ آپ کے اہل خانہ اور شہزادوں کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی کیسے کر سکتے ہیں۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عُمَرَ جَعَلَ لِلْحُسَيْنِ مِثْلَ عَطَاءِ عَلِيٍّ، خَمْسَةُ آلَافٍ

{سیر اعلام النبلاء:3/285}

بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیلئے پانچ ہزار درہم مقرر فرمائے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے دیکھا تو کہا:

ایک دفعہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کعبہ شریف کے سائے تلے تشریف فرما تھے۔

﴿ رأى الحسينَ فقال هذا أحبُّ أهلِ الأرضِ إلى اهلِ السماءِ اليومَ ﴾

{تاریخ دمشق، صفحہ 14/181، سیراعلام النبلا3/ 285 اس کی سند حسن ہے}

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمانے لگے اس وقت آسمان والوں کے ہاں یہ سب اہل زمیں سے زیادہ محبوب ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کس قدر احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور کس قدر محبت، عزت، الفت، چاہت بلکہ عقیدت رکھتے تھے اللہ ہمیں بھی اس عظیم شہزادے اور اپنے جنتی سردار کی عزت، قدر اور توقیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (سلامُ اللهِ عليه وعلى من يُوقرّه)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی کہہ اٹھے:

ابن حریب کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے:

اِذْ رَأى الْحُسَيْنَ مُقْبِلًا فَقَالَ هَذَا احَبُّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلٰى اَهْلِ السَّمَاءِ الْيَوْمَ۔ {الاصابة 15/2 }

اچانک حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس وقت آسمان والوں کے ہاں یہ سب اہل زمین سے زیادہ محبوب ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا خوش آمدید:

رزین بن عبید کہتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو آپ کے پاس زین العابدین رحمہ اللہ کو لایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَرْحَبًا بِالْحَبِيْبِ بْنِ الْحَبِيْبِ {كتاب فضائل الصحابة}

''پیارے کے پیارے بیٹے خوش آمدید۔''

یادر ہے! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کبار تابعین عظام اور صغار تابعین کرام و تبع تابعین کرام کے عقیدت و محبت بھرے اقوال کو ذکر کیا جائے تو شاید اس کے لیے ایک مستقل ضخیم کتاب معرض وجود میں آجائے۔لیکن ہم بڑے اختصار سے یہ بات گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کے بعد آج تک تمام طبقاتِ اہل سنت والجماعت نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو خراجِ عقیدت پر ایسے پھول نچھاور کیے ہیں کہ جن کی خوشبو سے تاریخ اسلام کے روشن اوراق معطر ہیں۔

مورخ شہیر علامہ ذہبی رحمہ اللہ آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اَلْإِمَامُ الشَّرِيْفُ الْكَامِلُ، سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَرَيْحَانَتُهُ مِنَ الدُّنْيَا {السير:280/3 }

آپ صاحب عز و شرف و کمال امام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، دنیا میں آپ کے مہکتے پھول ہیں۔

اسی طرح آئمہ اہلحدیث میں سے جس نے بھی آپ کی سیرت کو اپنی کتاب کی زینت بنایا اُس نے آپ کی عزت و عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

ہمارے مشفق شیخ اور محقق و مصنف مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں {حضرتِ علی اور حضرتِ حسین کے فضائل میں احادیث نقل کرنا اور اُن سے محبت کا اظہار کرنا اگر شیعیت ہے تو بجز ناصبیوں اور خارجیوں کے سب شیعہ ہیں}

(احادیث بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ،صفحہ 34)

مناظر اسلام ترجمان مسلک اہل حدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ جو ساری زندگی مسلک حقہ کا پرچار کرتے رہے، فرماتے ہیں: ''حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت تو ہمارا عقیدہ ہے،اُن سے محبت رکھنا جزوِ ایمان ہے۔اہل حدیث حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی

عظمت کے قائل اور اُن کے خادم ہیں، مگر محبت کا طریقہ شرعی اختیار کرنا چاہیے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھڑا ہو کر اور مصلٰی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز پڑھائے یہ بھی اگر حسنین کا گستاخ ہوگا وہ ایمان میں ناقص ہے اور وہ کفر کا کام کرتا ہے۔''

(خطبات حافظ عبداللہ شیخوپوری، موضوع فضائل حسنین رضی اللہ عنہما)

قارئین کرام! نصوصِ شرعیہ پر غور کیا جائے تو محبتِ حسنین رضی اللہ عنہما کا معاملہ حد درجہ اہمیت طلب ہے۔

1) وہ صحابیِ رسول ہیں

2) وہ آلِ رسول ہیں

3) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں اُس سے ہوں۔

4) اہل بیت سے بغض رکھنے والے کو جہنمی قرار دیا۔

5) حسنین کریمین سے محبت کرنے کا حکم دیا۔

6) اُن سے نفرت کرنے والے سے خود نفرت فرمائی۔

7) اُن کو جنتی جوانوں کا سردار قرار دیا۔

ایسی برگزیدہ اور عظیم شخصیات کے متعلق آپ کے حکم اور تمام ارشادات کی پاسداری نہ کرتے ہوئے اُن کی شان میں گستاخی کرنے والا مومن کیسے ہوسکتا ہے......؟ ویسے بھی اہل اسلام کی محبوب نیک شخصیات کی گستاخی کوئی زندہ ضمیر مسلمان تو نہیں کرسکتا۔

آپ رضی اللہ عنہ عمل و کردار کے عظیم پیکر تھے!

یقیناً سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو جنت کی سرداری عطا فرمائی اور اگر آپ رضی اللہ عنہ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یقیناً دل بھی یہی گواہی دیتا ہے کہ ایسے باعمل اور باکردار متقی نوجوان کو یقیناً سرداری ہونا چاہیے۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں كَانَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ كَثِيْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَاَفْعَالِ الْخَيْرِ جَمِيْعِهَا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بکثرت نماز روزہ، حج اور تمام نیکی کے اعمال کرنے والے تھے۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ صاحب علم و فضل، دین دار، بکثرت روزے رکھنے والے، نوافل کے شائق اور حج کے دلدادہ تھے۔" {الاستیعاب:173}

عظیم گھرانے کے عظیم فرزند ہونے کے باوجود عاجزی وانکساری اور تواضع کے ایسے عظیم پیکر تھے کہ ایسی مثال کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ ایک دفعہ حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ مساکین و غربا کے پاس سے گزرے، وہ اپنے دستر خوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا: ﴿هَلُمَّ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہمارے پاس تشریف لاؤ۔ چنانچہ آپ فوراً اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور بغیر کسی عار اور جھجک کے بے تکلفی کے ساتھ غرباء کے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی قرآن کی آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ

"یقیناً اللہ تعالیٰ اکڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

کھانا کھانے کے بعد آپ فرمانے لگے: "کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے، اب تمہارا بھی فرض بنتا ہے کہ تم میری دعوت قبول کرو، چنانچہ غربا کو اپنے ساتھ ہی لیا اور گھر تشریف لے آئے اور تمام غرباء کی تجوریوں اور جھولیوں کو غلے سے بھر دیا۔

{الامام الحسین رضی اللہ عنہ صفحہ 96، بحار الانوار 44/189}

آج کل بڑے بڑے صاحبِ تقویٰ لوگ بھی غرباء و مساکین کی دعوت و مجلس سے گریز کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ میل جول رکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، مگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے معصوم نانا کی طرح مساکین سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مسلسل جس پاکیزہ گود میں پرورش پائی اور پروان چڑھے اُس کا آپ رضی اللہ عنہ پر بڑا گہرا اثر تھا، خدا خوفی اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ پروردگارِ عالم سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں: آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا يَأْمَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ خَافَ اللّٰهَ فِي الدُّنْيَا

قیامت کے دن وہی امن میں رہے گا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا۔

حضراتِ گرامی قدر! حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ تو وہ تھے کہ جنہوں نے کربلاء کے ٹیلوں پہ نماز کو نہ چھوڑا مگر ہم نے مسجد کے قالینوں پر نماز کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے نیزے کی دھار پر بھی قرآن کی تلاوت کی مگر ہم نے کلامِ الٰہی کو الماریوں میں بند کر دیا۔ اس قدر عملی تضاد کے باوجود کیا...... ہمیں حُبِّ حسین رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی......؟؟؟

بلاشبہ حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ صبر و تحمل اور بردباری کے عظیم پیکر تھے۔ ایک دفعہ آپ کو بتایا گیا کہ ایک شخص آپ کے خلاف باتیں کرتا ہے تو آپ نے یہ سن کر اس قدر عظیم کردار ادا کیا جو قیامت تک کے صلحاء کیلئے بہترین نمونہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ:

بَلَغَهُ عَنْ رَجُلٍ كَلَامٌ يَكْرَهُهُ فَأَخَذَ طَبَقًا مَمْلُوءًا مِنَ التَّمْرِ وَحَمَلَهُ بِنَفْسِهِ إِلَى دَارِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فَنَظَرَ إِلَى الْحُسَيْنِ وَمَعَهُ الطَّبَقُ فَقَالَ مَا هٰذَا يَابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ لَهُ خُذْهُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ أَهْدَيْتَ إِلَيَّ حَسَنَاتِكَ فَقَابَلْتُكَ بِهٰذَا۔

{خیر الاقوال والافعال فی زمن الاھوال 206}

آپ کو ایک شخص کے متعلق خبر پہنچی کہ وہ آپ کے بارہ میں ناپسندیدہ کلام کرتا ہے، چنانچہ آپ نے کھجوروں کا بھرا ہوا طشت اٹھایا اور خود لے کر اُس آدمی کے گھر پہنچ گئے، جب اُس نے حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ وہ طشت اٹھائے آرہے ہیں تو اُس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ تم لے لو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اپنی نیکیوں کا مجھے تحفہ بھیجا ہے تو میں اُس کے بدلے تمہیں دے رہا ہوں۔

آغوشِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تقریباً سات سال:

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بھی گودِ رسالت میں کھیلنے، کودنے اور صدرِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹنے کا موقع ملا۔ آپ جب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آپ انہیں اٹھا لیتے، چومتے، سونگھتے اور گلے لگاتے۔ اور یہ سعادتِ کبریٰ تقریباً

سات سال تک آپ کو حاصل رہی۔ سبحان اللہ

﴿کَانَ الحسینُ فی حیاۃِ رسولِ اللّٰہِ ﷺ طِفلاً وأقامَ معہ سِتَّ سِنِیْنَ و سَبْعَۃَ أشْھُرٍ وسبعۃ أیَّامَ لأن رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہِ علیہ وسلم قُبِضَ فِی یَوْمِ الأثنین ربیع الاوّل سنۃ 11ھ﴾

{غصن الرسولہ الحسین بن علی 29}

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بچے تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ 6 سال 7 ماہ اور سات دن رہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بوقت چاشت بروز پیر 12 ربیع الاول سن 11 ہجری کو فوت ہوئے تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

﴿والنَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماتَ ولَمْ یکْمِلِ الحسینُ سبعَ سِنِیْنَ﴾ {منھاج السنۃ النبویۃ}

ابھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مکمل سات سال نہ ہوئی تھی کہ رسول اللہ فوت ہو گئے۔ کل عمر کتنی تھی! حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کل عمر تقریباً 58 سال تھی اور آپ نے اپنی زندگی کی اٹھاون بہاریں دیکھیں جن کی تفصیل قدرے یوں ہے۔

﴿کانَ عُمُرُ الحسینِ حین انْتَقَلَ رسولُ اللّٰہ ﷺ إلی الرفیقِ الأعلیٰ سبعَ سنینَ لأنَّ مولدہ سنۃ اربعٍ ووفاۃُ النبی ﷺ فی اوّلِ الحادیۃِ عشرۃ وأقام مع أبیہ بعد جدہ ثلاثین سنۃً إذکانت وفاتُہ رضی اللّٰہ عنہ سنۃَ أربعین وأقامَ معَ أخِیْہ الحسن بعد أبیھا عشر سنین وعاش بعد أخیہ

إحدى عشرة فتلك مدة حياته 58 سنة﴾۔

{فتح الباری 8/95/غصن الرسول ص25}

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت حسین کی عمر تقریباً سات سال تھی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ 4 ہجری کو پیدا ہوئے تھے اور آپ ﷺ کی وفات سن 11 ہجری کے آغاز میں ہوئی۔ آپ ﷺ کے بعد اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ (تقریباً) 30 سال رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات سن 40 ہجری کو ہوئی، رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد 10 سال حضرت حسن کے ساتھ رہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد (تقریباً) 11 سال اور زندہ رہے۔ اس طرح یہ کل مدتِ حیات (آپ کی زندگی و عمر) تقریباً 58 سال ہے۔

فرزندانِ حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ:

حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں پانچ شادیاں کیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے عطا فرمائے۔ علی اکبر اور علی اصغر آپ کے ساتھ ہی کربلا میں شہادت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے۔ البتہ علی اوسط جو کہ علی زین العابدین کے نام سے مشہور و معروف ہیں ان کی نسل کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

مشہور اہلحدیث قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ علی زین العابدین رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسم مبارک علی ہے، عبادت کی وجہ سے زین العابدین، سجاد لقب پڑ گئے، کربلا میں عمر مبارک 23 سال کی تھی، 38 ہجری میں پیدا ہوئے، 95 ہجری میں وفات پائی۔

{رحمۃ للعالمین، 2/121}

نیز آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں جن میں سے فاطمہ بنتِ حسین اور سکینہ بنتِ حسین زیادہ مشہور ہیں۔

شہادت:

نواسہ رسول سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ملکِ عراق کے مقام کربلا پر 61 ہجری میں شہادت پائی اور آپ رضی اللہ عنہ کو سرزمین کربلا میں ہی دفن کیا گیا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

وَقُتِلَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ سَنَةَ إِحْدَى وَسِتِّيْنَ بِكَرْبَلَاءَ مِنْ أَرْضِ الْعِرَاقِ (فتح الباری 7/121)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِشُهَدَاءِ كَرْبَلَاءَ وَارْحَمْهُمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

سادتنا حسنین رضی اللہ عنہما

نامِ حسنین رضی اللہ عنہما انتخاب سید الثقلین:

سیدنا حسنین کریمین سے مراد حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں بسا اوقات اہل علم دونوں شہزادوں کا اکٹھا ذکر کرتے ہوئے حسنین یا حسنان تحریر فرماتے ہیں اہلِ لغت لکھتے ہیں کہ "اَلْحَسَنَانِ" اس سے مراد سیدنا حضرت امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

{المنجد عربی، اردو مادہ حسن صفحہ 209}

اور اس بات سے آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ دونوں پیارے نام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن انتخاب ہیں۔ آنے والی سطور میں ہم ایسی روایات تحریر کریں گے جن میں دونوں پھولوں، کلیوں اور موتیوں کا ذکر خیر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت کے مطابق ان کی توقیر، عزت اور احترام کرنے کی ہمت، توفیق اور سعادت مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

شہزادوں کی ولادت:

سیدنا حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ سیدنا حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ سے تقریباً 1 سال بڑے تھے۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ 3 ہجری کو رمضان المبارک میں پیدا ہوئے اور سیدنا حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ 4 ہجری کو شعبان المعظم میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿كَانَ مَوْلِدُ الْحَسَنِ فِي رَمَضَانَ سَنَةَ ثَلَاثٍ مِنَ الْهِجْرَةِ عِنْدَ الْأَكْثَرِ وَكَانَ مَوْلِدُ الْحُسَيْنِ فِي شَعْبَانَ سَنَةَ أَرْبَعٍ فِي قَوْلِ الْأَكْثَرِ﴾

{فتح الباری 95/7، تهذيب التهذيب 296/2، الاصابة 11/2، تاریخ اسلام للذہبی 33/2}

سیدنا حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت اکثر مورخین کے نزدیک ماہِ رمضان 3 ہجری میں ہوئی اور سیدنا حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اکثر مورخین کے مطابق ماہِ شعبان 4 ہجری میں ہوئی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے حضرتِ جعفر صادق رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے کہ:

﴿بَيْنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ طُهْرٌ وَاحِدٌ﴾ {سیر اعلام النبلاء}

حسن اور حسین کے درمیان ایک طہر کا فرق تھا۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق بھی دونوں کی ولادت میں سال کا فرق ہے۔ حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ تین ہجری ماہِ رمضان اور حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ چار ہجری ماہِ شعبان میں پیدا ہوئے۔ (فتح الباری: 7/121)

معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام سبط النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف رمضان 3 ہجری میں پیدا ہوئے اور امام حسن کے برادرِ خورد امام حسین علیہ السلام سبط الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 5 شعبان 4 ہجری کو پیدا ہوئے۔ {رحمۃ اللعالمین، 2/113، 118}

عصرِ قریب کے عظیم قلم نگار علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں حضرت امام حسن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت 3 ہجری رمضان کی پندرھویں تاریخ کو ہوئی اور 4 ہجری ماہ شعبان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ {سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حصہ اول 241، 245}

{ سن عیسوی کے مطابق سیدنا حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ 625م کو پیدا ہوئے اور 669م کو شہادت پائی اور سیدنا حضرتِ حسین رضی اللہ عنہ 626م کو پیدا ہوئے اور 680ء میں وفات پائی}

عقیقہ حسنین رضی اللہ عنہما:

دینِ اسلام میں عقیقہ کا تصور یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بیٹا دے تو دو مینڈھے اور اگر رب تعالیٰ بیٹی عطا فرمائیں تو ایک مینڈھا، ساتویں دِن اللہ کی راہ میں ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت اعزاء و اقرباء و زملاء اصدقاء اور مساکین و فقراء میں تقسیم کیا جائے۔

شارحِ حدیث امام ابن حجر فرماتے ہیں:

''هُوَاسْمٌ لِمَا يُذْبَحُ عَنِ الْمَوْلُوْدِ'' {فتح الباری صفحہ 3/ 9}

اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرماتے ہوئے آفات و حوادث اور کئی آزمائشوں سے محفوظ فرماتے ہیں۔ عقیقہ کو اہمیت نہ دینا یا اسے مکروہ کہنا سنتِ مبارکہ کے سراسر خلاف ہے۔

یہاں ہم صرف حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ کا ذکر کریں گے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہما بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ﴾ {نسائی 2،180، السنن الکبریٰ، 9/ 299 مسند أبي يعلى 4/ 301}

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا اور دو دو مینڈھے ذبح کیے۔

اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں کہ:

أنّ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عق عن الحسن والحسين رضی اللہ عنہما كبشا كبشًا

{السنن مع العون 3/ 66 }

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کا عقیقہ کیا اور اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام مالک ایک مینڈھے کے قائل ہیں لیکن یہ درست اور راجح نہیں بچے کی طرف سے دو اور بچی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا چاہیے۔

صاحبِ عون المعبود لکھتے ہیں:

﴿استَدَلَّ بِهِ مَالِكٌ عَلٰى أَنَّهُ يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَاحِدَةٌ قَالَ الْحَافِظُ لاحجةَ فِيْهِ فَقَدْ أَخْرَجَ أَبو الشَّيْخِ مِنْ وَجْهٍ آخر عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظِ كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ﴾

{عون المعبود، باب العقیقة جلد 3 صفحہ 66}

اور مزید حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

وَوَقَعَ فِي عِدَّةِ أَحَادِيْثَ "عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ"
اور کئی احادیث میں وارد ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کیا جائے گا۔

{فتح الباری کتاب العقیقة 9/3}

یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کا حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کرنا، یہ آپ کے خصوصی لگاؤ، پیار اور تعلق کی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سنت مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ تو میرے اہل بیت ہیں:

قارئین کرام! موقع کی مناسب سے ضروری ہے کہ اہل بیت کے متعلق چند اہم باتیں تحریر کر دی جائیں تاکہ اہل بیت کا مفہوم اچھی طرح واضح ہو جائے تو اہل بیت مرکب اضافی ہے اور اس کا معنی ہے "گھر والے"

رسول اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت 3 قسم کے ہیں:

1: اہل بیت سکنی، اس سے مراد وہ ہیں جو گھر کی چار دیواری میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، یعنی ازواج مطہرات (آپ کی بیویاں) سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہِنَّ اور اگر آپ بائیسواں (22) پارہ سورہ احزاب آیت 28 تا 34 بغور پڑھیں تو یقیناً یہ بات سمجھ میں آئیگی کہ یہاں اہل بیت سے مراد آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔

2: اہل بیت نسب، یعنی وہ افراد و اشخاص جو باعتبار نسب آپ کے اہل بیت میں شمار ہوتے ہیں اور اس سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

3: اہل بیت ولادت، یعنی آپ کے بچے، بچیاں، نواسے، نواسیاں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

اس کے علاوہ اگر کسی کو آپ ﷺ نے اپنے اہل بیت میں شمار کیا تو یہ خاص الگ اعزاز ہے بعض ناداں لاعلمی کے پیش نظر یہاں تک کہتے اور بیان کرتے ہیں کہ حسنین

اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعزازی طور پر اہل بیت میں شامل کیا ہے وہ حقیقۃً اہل بیت میں سے نہیں۔ حالانکہ یہ کہنا حد درجہ جہالت وسفاہت ہے۔

اور یاد رہے اہل بیت سے محبت جزوِ ایمان ہے اور ان کی محبت میں غلو یہ تباہی ایمان ہے اللہ تعالیٰ ہمیں افراط وتفریط کی بجائے راہ اعتدال نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

﴿ خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنِ علي فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثم جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثم جاء عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ "إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

{مسلم، فضائل الصحابۃ، مناقب الحسنین 283/2}

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کالی چادر تھی۔ جس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔ پس حسن ابن علی رضی اللہ عنہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چادر میں داخل کر لیا پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اور ساتھ داخل ہو گئے پھر فاطمہ وعلی رضی اللہ عنہم آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل فرمایا۔ پھر آپ نے کہا "بے شک اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔"

اور مسلم شریف میں دوسری جگہ حضرت سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَة نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ دعا رسولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلِيًّا و فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وحُسَيْنًا فَقَالَ "اللّٰهُمَّ هؤلآء أهلُ بيتي

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن، حسین، (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور کہا اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

جامع ترمذی شریف میں ہے حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عَلَى النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فدعا النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمةَ وَحَسَنًا وحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ثم قال "اللّٰهُمَّ هولاء أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا" قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأَنَا مَعَهُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال "أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ وَأَنْتِ إِلَى خَيْرٍ﴾

{سنن الترمذی المناقب، 4/208 حدیث 4058}

جب یہ آیت (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ ....) نازل ہوئی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو ایک چادر اوڑھائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے تو ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے پلیدی دور کر دے اور ان کو پاک کر دے۔ ام سلمہ نے عرض کیا اللہ کے رسول کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تو اپنی جگہ پر ہے اور تو بھلائی پر ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کساء جہاں سیدنا علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمۃ الزہراء اور سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی خصوصی عظمت اور شان واضح ہوئی۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی بالا ولیٰ اہل بیت میں ہے۔

قارئین کرام! ہم تو عام نمبردار یا چوہدری خاندان کی فیملی کا بڑا ادب کرتے ہیں اور چوہدری صاحب کی طرف نسبت وقرابت ہونے کی وجہ سے ان کا خصوصی خیال رکھتے ہیں اور ان کا دفاع کرتے ہیں۔

کیا پیغمبرِ رحمت ﷺ کا گھرانہ ہمارے احترام کا حقدار نہیں؟ کیا ہمارے جذبات، احساسات اور خیالات میں ان کی عقیدت کی جھلک نظر نہیں آنی چاہیے؟ یقیناً ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کو عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھیں اور ان سے محبت رکھیں۔ اللہ ہمیں اہل بیت کی چاہت نصیب فرمائے آمین ثم آمین

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما پشت ﷺ مبارک پر:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رسولِ اللّٰه ﷺ العِشَاءَ فاذا سجَدَ وثَبَ الْحَسَنُ والحسينُ عَلى ظَهْرِهِ فاذا رفَعَ رأسَه أخذَهُما بيَدِهِ من خَلْفِهِ أخذاً رقيقاً ويَضَعُهُمَا على الأرضِ فاذا عادَ عادَا حتّٰى قضٰى صلا تَهٗ أقْعَدَهُمَا على فَخِذَيْهِ قال فَقُمْتُ اِلَيْهِ فقلتُ يَارسولَ اللّٰه ﷺ أرُدُّهُمَا فبَرَقَتْ (اى برقت السماء برقة فاضاءت المسجد والطريق حتىٰ لايخاف الحسنان رضی اللہ عنہما) برقةً فقال لهما "اِلْحَقَا بِاُمِّكُمَا" قال فمكَث ضوءُها حتّٰى دَخَلَا﴾

{مسند امام احمد 9/530 حدیث 10607 اس کی سند صحیح ہے۔}

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھ رہے تھے کہ اچانک حسنین آ کر آپ کی پشت پر چڑھ گئے۔ پیغمبر رحمت جب سر مبارک اٹھاتے تو پیچھے سے ان دونوں کو بڑے پیار سے پکڑ لیتے اور زمین پر رکھ دیتے۔ پھر جب آپ ﷺ سجدہ کرتے وہ سوار ہو جاتے یہاں تک کہ آپ نے نماز مکمل کی اور ان دونوں کو اپنی ران مبارک پر بٹھایا۔ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس گیا اور کہا کہ میں انہیں گھر چھوڑ آتا ہوں اتنے میں اچانک تیز بجلی چمکی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ پھر اس وقت تک روشنی رہی کہ وہ گھر میں داخل ہو گئے۔

شیخ الاسلام علامہ امام البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارک کو بالفاظ دیگر یوں نقل فرمایا ہے کہ

﴿كان يُصَلِّي والحَسَنُ والحُسَيْنُ يَلعَبانِ ويَقْعُدانِ على ظَهْرِه فأخَذَ المُسلِمُونَ يُمِيطُونَهُمَا فلمَّا انْصَرَفَ قال ذَرُوهُمَا- بأبِي وأمِّي - مَنْ أحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ هذَيْنِ﴾

{السلسلة الصحيحة جلد 7جز 3حديث 4002صفحه 1732}

ترجمہ: آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی پشت مبارک پر کھیلتے کودتے اور آپ کی پشت پر بیٹھ جاتے تھے، صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے دونوں کو ہٹانے کی کوشش کی۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا ان کو چھوڑ دو (میرے ماں باپ قربان جائیں) جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان دونوں سے ضرور محبت رکھے۔

اہل دِل! اس سے بڑھ کر محبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالتِ نماز میں بھی ان کا خیال رکھا، نرمی سے پکڑا، اٹھایا، بٹھایا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سیدہ فاطمہ کو ڈانٹا نہیں کہ تو ان کو نماز کے وقت میرے پاس کیوں بھیجتی ہے بلکہ وہ صحابہ کرام کہ جنہوں نے حسنین کو ہٹانے کی کوشش کی۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے کہا ان کو کچھ نہ کہو، چھوڑ دو اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے اور بعد آنے والے سب مسلمانوں کیلئے یہ اعلان عام کر رہا ہوں کہ جس کو مجھ سے محبت ہے، چاہت ہے، عقیدت ہے، وہ ان دونوں شہزادوں سے ضرور ضرور پیار کرے اور ان کا خیال رکھے۔ اللہ ہمیں حکم رسول پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شہزادے کبھی گرتے، کبھی اٹھتے:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بچپن ہی سے اپنے شہزادوں کی نیک تربیت فرمائی جونہی شہزادے چلنے کے قابل ہوئے تو ان کا رخ مسجدِ نبوی کی طرف کر دیا۔ آپ علیہا السلام اکثر اپنے پیاروں کو نہلا پہنا کر نانا کی مسجد کی طرف روانہ کر دیتیں اور بسا اوقات کم سنی کی وجہ سے جنتی شہزادے ٹہلتے ٹہلتے گر جاتے

سیدنا حضرت ابی بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ:

" صَدَقَ اللهُ ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيْثِي وَرَفَعْتُهُمَا" {ترمذی 4/ 203 كتاب المناقب وأيضاالنسائي في الجمعة وابن ماجه في اللباس وابوداود في الصلوة وابن ابي شيبه في المصنّف }

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آ گئے ان دونوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں وہ چلتے ہوئے گر پڑتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اترے ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا دیا، پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور گرتے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے خطبہ روک کر انہیں اٹھایا''۔

جس پیغمبر نے ان شہزادوں کو گرتے ہوئے دیکھ کر اپنا منبر چھوڑ دیا اور اُن کو خود اٹھایا اور اپنے پاس لے آئے تو جس ہستی سے ان کا گرنا برداشت نہ ہوا وہ ان کا کٹنا کیسے

برداشت کر سکتے ہیں؟

اور اسی طرح حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَسْعَيَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَجَاءَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ الْآخَرِ، فَجَعَلَ يَدَهُ فِي رَقَبَتِهِ ثُمَّ ضَمَّهُ إِلَى إِبِطِهِ ثُمَّ قَبَّلَ هَذَا ثُمَّ قَبَّلَ هَذَا وَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَجْهَلَةٌ﴾

{مسند احمد 4/172، مستدرک حاکم:3/164، سیر اعلام النبلاء 3/254 اسنادہ حسنٌ بالشواھد}

حسن و حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑتے ہوئے آئے، اُن میں سے ایک دوسرے سے پہلے آیا، پس آپ نے اپنا ہاتھ اُس کی گردن پہ رکھا اور اپنی بغل کے ساتھ ملا لیا، پھر اُس کا بوسہ لیا اور دوسرے کا بوسہ لیا اور فرمایا میں اُن دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اُن دونوں سے محبت کر پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! اولاد بہت زیادہ بخیل، بزدل اور جذباتی بنا دینے والی ہے۔

ایک آگے اور ایک پیچھے:

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات شہزادوں کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے اور وہ کیسا حسین نظارہ اور دِل ربا منظر ہو گا جب سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ایک سواری پر سوار ہوں گے۔ سبحان اللہ

صحابی رسول رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿لقد قُدْتُ بنبيِّ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والحسنِ والحسينِ رضی اللہ عنہما بغلته الشهباءَ حتى أدخلتهم حُجرةَ النبيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هذا قُدَّامَهُ و هذا خَلْفَهُ﴾

{مسلم، فضائل الصحابہ 2/ 283}

ترجمہ: میں نے اس سفید خچر کو چلایا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسن اور امام حسین

رضی اللہ عنہما سوار تھے یہاں تک کہ ان کو لے گیا حجرہ نبوی تک، ایک صاحبزادے آپ کے آگے تھے اور ایک پیچھے۔

یہ حدیث مبارک بھی اس بات پر واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں شہزادوں سے حد درجہ محبت تھی کیونکہ آدمی اپنے اسی بچے کو اپنے ساتھ سوار کرتا ہے جس سے گہری محبت ہو اور اس سے پیار کرتا ہو۔

شارحِ حدیث امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

﴿فِيهِ دَلِيلٌ لِجَوَازِ رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلَى دَابَّةٍ إِذَا كَانَتْ مُطِيقَةً﴾ {شرح نووی 2/ 283}

اس حدیث میں دلیل ہے کہ ایک چوپائے پر تین آدمی سوار ہو سکتے ہیں جب وہ چار پایہ اتنا بوجھ اٹھا سکتا ہو۔

قارئین کرام! کبھی یہ شہزادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہوا کرتے تھے اور آپ ان کو لے کر باہر نکلتے۔

خلیفہ المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿رأيتُ الحسنَ والحُسينَ على عاتِقَي النبيِّ صلى الله عليه وسلَّم فقلتُ نعمَ الفرسُ تَحْتَكُمَا فقال النبيُّ صلى الله عليه وسلَّمَ و نعمَ الفَارِسَانِ﴾ {مجمع الزوائد 9/ 185}

ترجمہ: میں نے حسن و حسین کو دیکھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھے۔ میں نے کہا تمہارے نیچے کتنی اچھی سواری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اگر سواری اچھی ہے تو) سوار ہونے والے (دونوں پھول) بھی اچھے ہیں۔

حضرات! جن پیاروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اچھا کہیں ان جیسا اور اچھا کون ہو سکتا ہے......؟؟

اس چادر کی اوڑھ میں کیا ہے؟

رسول اکرم ﷺ ہر طرح ان شہزادوں کا خیال رکھتے تھے روحانی اور جسمانی ہر اعتبار سے ان کی نگرانی کرتے .اوران کو اپنے پاس اور ساتھ رکھتے سیدنا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

﴿طرقتُ النبی ﷺ ذاتَ لَیْلَةٍ فِی بَعْضِ الحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ وھو مُشْتَمِلٌ عَلٰی شَیْءٍ لَا اَدْرِی مَاھو فلَمَّا فرَغْتُ مِنْ حَاجَتِی قلتُ: ماھذا الَّذِی أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَیْهِ فکَشَفَهٗ فإذَا حَسَنٌ وَ حُسَیْنٌ عَلٰی وَرِکَیْهِ فقَالَ "هٰذَانِ اِبْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِی اللّٰهُمَّ اِنِّی اُحِبُّهما فَاَحِبَّهما واَحِبَّ مَنْ یُحِبُّهُمَا﴾

{ترمذی 4 / 200,201}

ترجمہ: میں ایک رات کسی حاجت کے لئے حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی میں نہیں جانتا تھا کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے، جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کیا اس چادر میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے چادر اٹھائی تو آپ دونوں کولہوں (میں سے ایک پر) حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور (دوسرے کولہے پر) حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے اور آپ نے فرمایا:

یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں ۔اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ہر اس شخص سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔ سبحان اللہ

اس حدیث صحیح سے واضح ہوا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں توہین آمیز یا گستاخانہ انداز رکھنے والا، جذبات رکھنے والا کبھی محبوب خدا نہیں بن سکتا بلکہ محبوب

خدا بننے اور تکمیل ایمان کے لئے اہل بیت اور حسنین کریمین سے محبت رکھنا فرض ہے۔

ایک حدیث پاک کے لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿من أَحبَّ الحسَنَ والحسينَ فقد أحبَّنِي ومن أبْغَضَهُما فقد أبغَضِنِي﴾ { صحیح سنن ابن ماجہ جلد 2 صفحہ 29 حدیث 117 }

جس نے حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حسنین کریمین کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین)

حسنین رضی اللہ عنہما تو دنیا میں میرے پھول ہیں:

میرے پیارے نبی ﷺ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کتنے نرم اور شیریں جذبات رکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں آپ نے ان شہزادوں کو پھولوں سے تشبیہ دی ہے اور بالکل اسی طرح ان کو سونگھا اور چوما کرتے تھے۔ جس طرح کسی کلی یا پھول کو سونگھا جاتا ہے۔ پھر جس طرح پھول کلی کو سونگھ کر آدمی راحت، سکون محسوس کرتا ہے، رسول کریم ﷺ اسی طرح ان پیاروں کو سونگھ اور چوم کر راحت و فرحت اور قلبی سکون محسوس فرماتے۔

ابن اَبی نعم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

﴿سَمِعْتُ عبدَاللّٰهِ بنَ عُمَرَ وَسَأَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ۔ قَال شعبة أَحسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ: أَهلُ العِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الذُّبابِ! وَقَدْ قَتَلُوا إِبنَ إِبنَةِ رسولِ اللّٰهِ ﷺ وقال النبي ﷺ "هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيا"﴾

{بخاري، فضائل اصحاب النبي، مناقب الحسنين 186/5 }

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا اور کسی نے ان سے محرم کے بارے

میں پوچھا تھا، شعبہ کہتے ہیں میرے خیال میں انہوں نے مکھی کے متعلق پوچھا تھا اگر اسے محرم مار دے (تو کیا کفارہ وغیرہ ہوگا) تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، عراق کے لوگ مکھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اور حالانکہ یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کر چکے ہیں۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں (حسن وحسین) دنیا میں میرے پھول ہیں اور جامع ترمذی شریف کے الفاظ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلاً مِن اهلِ العراقِ سأل ابنَ عُمَرَ: عن دمِ البَعُوضِ يُصيبُ الثوبَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أُنظر إلى هذا يسألُ عنَ دمِ البَعُوضِ وقد قتلوا ابنَ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم۔ سمعتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: "إنَّ الحسنَ والحسينَ هُمَا ريحانتاى من الدُّنيا"

{الترمذی 202/4، السلسلة الصحيحة 102/2 حديث 564)

ترجمہ: عراقیوں سے ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس شخص کی طرف دیکھو، مچھر کے خون کے بارہ میں سوال کرتا ہے حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو شہید کیا اور بے شک میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما میرے دنیا کے دو پھول ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿رايتُ الحسنَ والحُسينَ رضی اللہ عنہما يَثِبَانِ على ظهرِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو يُصَلّى فَيُمسِكُهُمَا بِيَدِهٖ حتّٰى إذا استقرَّ على

الأرْضِ تَرَكَهُمَا، فَلَمَّا صَلَّى أجْلَسَهُمَا فِي حِجْرِه ثُمَّ مَسَحَ رُؤسَهُمَا ثم قال "إنَ ابنيَّ هٰذَيْنِ رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا"﴾

{كتاب الشريفة 2156/5 و مسند احمد والمعجم الكبير}

ترجمہ: میں نے حسنین رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر اُچھل کود رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے جب آپ زمین پر بیٹھ جاتے آپ انہیں چھوڑ دیتے جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دونوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور سر پر (پیار) سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا یہ میرے دونوں بیٹے دنیا کے پھول ہیں۔

محدث شہیر امام نورالدین علی بن ابی بکر رحمہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿دخلتُ عَلَى رسولِ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والحسنُ والحُسَيْنُ يَلْعبَانِ عَلَى بَطْنِهِ فقلْتُ أتُحِبُهُمَا يَارسُولَ اللّٰهِ؟ فقال ومَالِي لاأحِبُّهما وهُمَارَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا أشُمُّهُمَا" {مجمع الزوائد 184/9}

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو حضرت حسنین رضی اللہ عنہما آپ کے پیٹ پر کھیل رہے تھے میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیسے محبت نہ کروں یہ میرے دنیا کے پھول ہیں میں ان کو سونگھتا ہوں۔ سبحان اللہ

اللہ ہمیں بھی ان کو محبت بھرے انداز میں یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے پیارے پیغمبران کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اللہ ہمیں ان شہزادوں کا ذکر سن کر لہلہانے اور مسکرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

شہزادوں کو روتے دیکھا تو آپ ﷺ بے قرار ہو گئے:

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں سخت بیمار ہوئے تو آپ کے پاس مروان بن الحکم الاموی آیا۔

﴿فقال مروانُ لأبی هُرَيْرَةَ ماوجدتُ عليكَ فِي شَيْئٍ منذُ اصْطَحَبْنَا الاّفي حُبّكَ الحسنَ والحُسينَ قال فتحفّزَ أبوهريرةَ فجلسَ فقال أشهدُ لخرَجْنَا مع رسولِ اللّٰهِ ﷺ حتّى إذا كُنّا ببعضِ الطريقِ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الحسنَ والحسينَ وهُمَا يبكيانِ وهُمَا مع أمِّهِما فأسرعَ السَّيرَ حتّى أتَاهُمَا فَسَمِعْتُهُ يقولُ ماشأنُ إبنَيَّ فَقَالَتِ العطشُ قال فأخلفَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ إلى شَنَّةٍ يبتغِي فيها ماءً وكان الماءُ يومئذٍ إعْدَارًا والنَّاسُ يُرِيْدُوْنَ فَنَادىٰ هَلْ أحدٌ مِنكم معه مَاءٌ فَلَمْ يَبْقَ أحدٌ الاّأخلف بيدِه إلي كُلاَمِهِ يَبْتغِي الماءَ في شَنَّتِهِ فلم يَجِدْ أحدٌ مِنهُمْ قَطْرَةً فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ نَاوِلِيْنِي أحَدَهُما فَنَاوَلَتْهُ إيّاه من تَحْتِ الْخِدْرِ فرايتُ بياضَ ذِرَاعَيهِما حِيْنَ نَاوَلَتْهُ فَأخَذَه فَضَمَّهُ إلَى صَدْرِهِ وهُوَيَضْغُو مَايَسْكُتُ فَأدْلَعَ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يَمُصُّهُ حتّى هَدَأ أو سَكَنَ فَلَمْ يكن له بُكَاءٌ وَالآخر يَبكي كَمَا هُوَ ما يَسكتُ ثُمّ قَالَ نَاوِلِيْنِي الآخرَ فَنَاوَلَتْهُ إيَّاه فَفَعَلَ به كَذٰلِكَ فَسَكَتَا فَلَمْ اسمعْ لهما صوتًا ثُمَّ قال سِيرُوا فصَدَعْنَا يميناً و شِمَالاً عَنِ الظعائنِ حَتى لَقِينَاهُ

عَلٰی قارعةِ الطریق فَأنا لا اُحبُّ ھذین؟ وقد رایتُ ھذا من رسول اللہ ﷺ۔ {مجمع الزوائد 9/ 183 تھذیب التھذیب 2/298 }

ترجمہ: تو مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا جب سے ہم اکٹھے ہوئے ہیں میں نے آپ میں حسن و حسین کی محبت کے علاوہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں پائی۔ پس حضرت ابو ہریرہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک دِن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ ہم راستہ طے کرر ہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسنین رضی اللہ عنہما کی آواز سنی کہ وہ رو رہے ہیں۔ پس آپ ﷺ نے تیز چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے میرے بیٹوں کو کیا ہوا ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگی پیاس کیوجہ سے رو رہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ ایک پرانی مشک کی طرف متوجہ ہوئے اس میں سے پانی لینے کے لئے اور ان دنوں پانی کم تھا اور لوگ پانی کی تلاش میں تھے آپ ﷺ نے پکار کر کہا کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے تو آپ کی بات سن کر ہر شخص نے اپنی مشک میں سے پانی تلاش کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا مگر کسی کو ایک قطرہ بھی نہ ملا۔ رسول اللہ نے کہا فاطمہ ان میں سے ایک کو مجھے پکڑا تو اس نے پردہ کے نیچے سے ایک آپ کو پکڑا دیا میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کلائیوں کی سفیدی دیکھی جب انہوں نے بچہ پکڑایا تو آپ ﷺ نے اس بچے کو پکڑ لیا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا اور وہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا آپ ﷺ نے اپنی زبان نکالی تو بچہ اس زبان کو چوسنے لگا اور اس طرح وہ بچہ چپ ہو گیا اور اس نے رونا بند کر دیا اور دوسرا اسی طرح رو رہا تھا چپ نہیں ہوتا تھا تو آپ نے کہا دوسرا بھی مجھے پکڑاؤ تو اس نے وہ دوسرا بچہ بھی آپ کو پکڑایا تو آپ نے پہلے کی طرح کیا تو دونوں چپ ہو گئے میں نے پھر ان کی آواز نہیں سنی۔ پھر آپ نے فرمایا چلو تو پھر ہم سوار عورتوں کی وجہ سے دائیں بائیں ہو کر بکھر کر چلے یہاں تک کہ پھر راستہ میں آپ سے جا ملے (جب میں نے حضور کا یہ برتاؤ دیکھا ہے تو میں ان سے محبت کیسے نہ کروں)

فرطِ محبت و عقیدت کا اظہار:

جس طرح آپ نے مذکورہ حدیث میں پڑھا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی زبان کو شہزادوں کے منہ میں داخل کیا اور وہ اُس کو چوسنا شروع ہو گئے اسی طرح آپ ﷺ بسا اوقات فرطِ عقیدت و محبت میں ان پیاروں کی زبان کو بھی چوسا کرتے تھے۔ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ

﴿رأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ یَمُصُّ لِسَانَهٗ اوقال شَفَتَهٗ یعنی الحسن بن علی صلوات الله علیه وانه لن یعذبَ لسانٌ اوشَفَتَانِ مَصَّهُمَا﴾

{مسند احمد 13/ 80حدیث 16791۔ مجمع الزوائد 9/180 }

میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ حضرت حسن کی زبان یا ہونٹوں کو چوس رہے تھے اور اللہ ایسی زبان یا ہونٹ کو کبھی عذاب نہیں دے گا۔

یقیناً حسنین کریمین کے لیے یہ بہت بڑی شرف و عزت کی بات ہے کہ جن کے ہونٹوں اور زبان کو رسول اللہ ﷺ کے ہونٹ اور زبان چوستے رہے۔

جماعۃ الدعوۃ کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد مولانا تفضیل احمد آپ ﷺ کے اس بوسہ کی اہمیت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کو حجرِ اسود کا بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی بھی وہ حجرِ اسود کو بوسہ نہ دیتے، اس لیے کہ حج بھی اطاعتِ مصطفیٰ کا نام ہے، کیا ہمارے لیے یہی کافی نہیں کہ پیغمبر نے اپنے جن پیارے نواسوں کو بوسے دے کر ہمیں اُن سے محبت کی دعوت دی ہے ہم اُس نبی کی خاطر اپنی تحقیق کے بکس بند کر کے اپنے دل میں حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو جگہ دیں اور نبی کی خاطر اس اختلاف کو ترک کر کے کہ کون حق پر تھا اور کون نہیں تھا؟ محبتِ اہل بیت کو اپنے دامن میں بھر لیں اور اُن کی مدح سرائی میں اپنی قلم کو جنبش دے کر رسول اللہ ﷺ کے ثناء خوانوں میں اپنا نام لکھوا لیں، شائد یہی ہماری سابقہ زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ بن جائے۔ (ہمیں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں؟ صفحہ 70)

حسنین رضی اللہ عنہما کو اللہ کی پناہ میں دیتے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح ان کی نگرانی کرتے، حقیقی بیٹوں سے کہیں زیادہ اُنس رکھتے جب بھی باہر سے تشریف لاتے تو فوراً ان شہزادوں کی حالت ضرور دریافت کرتے، اس سب کچھ کے باوجود بھی ان موتیوں کو مندرجہ ذیل کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے

﴿اُعِيذُ كما بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ﴾ {صحيح بخاري، كتاب الانبياء حديث 3371}

ترجمہ: میں تم دونوں کو ہر قسم کے شیطان، زہریلے جانور اور لگنے والی ہر آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں۔ سبحان اللہ

اہل فکر! یقیناً میرے رب نے ان شہزادوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھا وہ پھول کہ جنہیں پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کلمات پڑھ کر اللہ کی پناہ میں دیتے۔ ظاہری باطنی اور روحانی و جسمانی ہر لحاظ سے ان پر نظر کرم رکھتے تھے. آج ہمیں سنت رسول پر چلتے ہوئے ان پیاروں کا دفاع کرنا چاہیے اور جو ناپاک شخص ان کی ذات میں کیڑے نکالے اور ان کی عیب جوئی کرے یا اندازِ حقارت سے ان کا تذکرہ کرے۔ اس کا ہر طرح منہ بند کیا جائے اور اس کے قلم کو توڑا جائے جو عقیدت میں غلو سے کام لیں انہیں بھی بطریق احسن سمجھایا جائے تاکہ راہِ اعتدال پہ چل کر ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ اور آج بھی ایسے خوبصورت بچے جنہیں نظر بد لگ جانے کا خدشہ ہو انہیں یہ دعاءِ مسنون پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔ اللہ ہر آفت سے محفوظ فرمائیں گے۔

حسنین رضی اللہ عنہما اور اُن سے محبت رکھنے والے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقعہ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین

رضی اللہ عنہما اور اُن کے چاہنے والوں کی شان و شوکت اور عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سبھی قیامت کے روز بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ اس حدیث کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿ دَخَلَ عَلَيَّ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلّم وأنَا نائِمٌ عَلى الْمَنَامَةِ فَاسْتَسْقَى الحَسَنُ أوِ الحُسَيْنُ قال: فقامَ النّبيُّ صلَّى الله عليه وسلم إلى شاةٍ لَنَا بَكِيٍّ، فَحَلَبَهَا فَدَرَّتْهُ فجاءَ الحَسنُ فَنَحَّاه النّبيُّ صلى الله عليه وسلم فقالَتْ فاطمةُ يا رسولَ اللّٰهِ، كأنّه أحَبُّهُمَا إليْكَ؟ قَالَ لَا ولٰكنّه اسْتَسْقَى قبْلَه ثُمَّ قال: إنّي و إيّاكِ وهٰذَيْنِ وَهٰذا الرَّاقِدُ في مكانٍ واحدٍ يوم القِيامَةِ ﴾ (مسند احمد، مسند علی جلد 2 صفحہ 792 اسنادہ صحیح)۔

ترجمہ: میں بستر پر سویا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، حسن یا حسین رضی اللہ عنہما نے پانی مانگا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری کم دودھ دینے والی بکری کی طرف کھڑے ہوئے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دودھ دھویا تو اس نے کافی دودھ دیا حسن رضی اللہ عنہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پرے ہٹا دیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا گویا آپ کو دونوں میں سے یہ زیادہ محبوب ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں لیکن پہلے پانی حسن رضی اللہ عنہ نے طلب کیا تھا؟ پھر اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک میں اور تو بھی اور یہ دونوں اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک مقام پر ہوں گے۔

بلکہ دوسری روایت کے لفظ یوں ہیں کہ

﴿أنَّ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أخذَ بيدِ حَسَنٍ و حُسينٍ فَقال: من أحَبَّنِي وأَحَبَّ هٰذَيْنِ وأباهُما وأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي

فی دَرَجَتِی یَوْمَ القیامۃ﴾ {مسند احمد، مسند علی رضی اللہ عنہ 2/2 اسناد حسن}

رسول اللہ ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد اور والدہ سے محبت کی وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ پر ہوں گے۔

یاد رہے! محبت کا معیار شریعت ہے حسنین کریمین سے محبت کرنے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اُن کی محبت کی آڑ میں شریعت کی حدود کو پامال کیا جائے۔ بلکہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہی ان شہزادوں سے محبت والفت رکھنی چاہیے۔ جس طرح تنقیص گمراہی ہے اسی طرح غلو بھی تباہی ہے۔

جنتی جوانوں کے سردار:

دنیا میں بے شمار صلحاء کو اعزازات سے نوازا گیا اور آخرت میں بھی نوازا جائے گا لیکن اس سے بڑھ کر اور بلند اعزاز کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے کوئی خوش نصیب جنتی جوانوں کا سردار بن جائے۔

سید الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دنیا کے ان پھولوں کو جنت کے جوانوں کا سردار بنایا اور سید اشباب اہل الجنۃ کے عظیم منصب پر فائز کیا۔ سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿الحسنُ والحسینُ سَیِّدا شبابِ أھلِ الجنّۃِ﴾

{مسند احمد (11537) مجمع الزوائد 9/186 مستدرک حاکم 3/166 وکتاب الشریعۃ 5/2139 السلسلۃ الصحیحۃ 2/438 حدیث 797، حدیث متواتر ہے}

ترجمہ: حسنین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

اور جامع ترمذی شریف میں سیدنا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ: سَأَلَتْنِي أُمِّي مَتَی عَھْدُكَ؟ تَعْنِي بِالنَّبِيِّ ﷺ

فَقُلْتُ: مَالِي بِهِ عَهْدٌ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَنَالَتْ مِنِّي فَقُلْتُ لَهَا: دعيني آتي النَّبِيَّ ﷺ فَأُصَلِّي مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَأَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي وَلَكِ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلَّى حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِي فَقَالَ: "مَنْ هَذَا حُذَيْفَةُ" قُلْتُ: نَعَمْ۔ قَالَ: "مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللهُ لَكَ وَلِأُمِّكَ؟ قَالَ:"إِنَّ هَذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ اللَّيْلَةِ إِسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي بِأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ"۔

{سنن الترمذی 4/ 206}

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ نے مجھ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے کب کے ملے ہو میں نے کہا اتنی مدت ہو چکی ہے کہ میں ملاقات نہیں کر سکا۔ وہ اس پر ناراض ہو گئیں، اور مجھے برا بھلا کہا۔

میں نے کہا مجھے اجازت دو میں حضرت نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتا ہوں اور عرض کروں گا کہ آپ ﷺ میرے لئے اور آپ کے لئے بخشش کی دعا فرمائیں، چنانچہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مغرب کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ (پھر میں وہیں ٹھہرا رہا) حتیٰ کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد گھر کی طرف چل پڑے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا، آپ ﷺ نے میری آواز سنی تو فرمایا:

"کون؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ ہے" میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا کیا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو اور تیری والدہ کو معاف کرے اور فرمایا "یہ فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھ پر سلام عرض کرے اور مجھے

بشارت دے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

اور بعض روایات میں ہے حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ حَسَنًا و حُسَيْنًا سَيِّدا شبابِ اهلِ الجنَّةِ إِلَّا إبْنَي الْخَالَةِ عيسى ابن مريم ويحيىٰ بن زكريا عليهما السلام﴾

{مجمع الزوائد 9/ 185و كتاب الشريعة 5/2144}

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم اور یحییٰ بن زکریا کے علاوہ باقی تمام جنت والوں کے جوانوں کے سردار ہیں۔

قارئین کرام! جنت میں جن شہزادوں کی سرداری میں ہم رہیں گے اور جو جوان ہمارے سردار ہوں گے ہمیں دنیا میں ان کا احترام اور عزت کرنی چاہیے۔ چند تاریخی غیر معتبر باتیں لے کر ان کے خلاف زبان درازی نہیں کرنی چاہیے۔ اور کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جس سے ان کی توہین کا پہلو نکلتا ہو کیونکہ ان کی شان، عظمت، جلالت اور رفعت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بلکہ ہمیں تو ان کا دفاع کرتے ہوئے ان سے دلی محبت رکھنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت کے مطابق اہل بیت سے محبت، اور حسنین کریمین سے عقیدت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بوڑھوں کے سردار شیخین کریمین رضی اللہ عنہما:

جس طرح زبانِ رسالت سے حسنین کریمین کو جنت کے جوانوں کی سرداری ملی ہے اُسی زبان سے یہ بھی ارشادِ پاک ہے کہ:

﴿سَيِّدَا كُهُولَا اَهْلِ الْجَنَّةِ اَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ﴾ {السلسلة الصحيحة 2/487حديث 824}

جنت میں دنیا کے اول آخر تمام بوڑھوں کے سردار ابوبکر اور عمر ہوں گے۔

میں اب خوش ہوا ہوں:

میرے پیغمبر ﷺ کی رحلت کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سادتنا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے حد درجہ محبت کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان شہزادوں، شاہینوں، شہبازوں اور جنت کے سرداروں کی قدر کا حق ادا کر دیا۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے بیٹوں کو کپڑے پہنائے تو ان میں سے کوئی ایسا کپڑا نہ تھا جو سادتنا حسنین رضی اللہ عنہما کریمین کے شایان شان ہو۔

﴿فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ فَأُتِيَ بِكُسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ الْآنَ طَابَتْ نَفْسِي﴾ {سیر اعلام النبلاء 3/ 285 ترجمة حسين الشهيد}

آپ رضی اللہ عنہ نے (قاصد کو) یمن بھیجا وہ وہاں سے ان کے لئے (عمدہ ونفیس) کپڑے لے کر آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میرا دل خوش ہوا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُكْرِمُهُمَا وَيُعْطِيهِمَا كَمَا يُعْطِي أَبَاهُمَا {البداية والنهاية:8/226}

اور یہ بات صحیح ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں شہزادوں کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ اور اُن دونوں کے والد کی طرح اُن کو عطیات دیتے تھے۔

اہل نظر اب اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام اہل بیت کا خیال نہ رکھتے تھے۔ یہ سراسر جھوٹ اور ناانصافی ہے۔ خلفاء راشدین سمیت تمام صحابہ کرام حد درجہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کے گھرانے کا دل وجان سے احترام کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ان کا ادب کرنے کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو وصیت:

نہج البلاغہ صفحہ 642 کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آخر وقت اپنے دونوں شہزادوں کو پاس بلایا اور قیمتی وصیتیں فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أُوْصِيكُمَا بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأَنْ لَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا ......الخ

''میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے، جو کہنا حق کے لئے کہنا اور جو کرنا ثواب کے لئے کرنا، ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

میں تم کو اپنی تمام اولاد کو اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا، کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزہ سے افضل ہے۔ (دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، ان کے کام و دہن کے لئے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں، اپنے ہمسائیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برابر ہدایت کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حد تک ان کے لئے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اُسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا، تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔ جان مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا اور تم پر لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا، نیکی کا

حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلط آ جائیں گے، پھر دعا مانگو تو قبول نہ ہوگی۔"

بلاشبہ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیتوں کا ایک ایک حرف موتیوں سے زیادہ روشن اور قیمتی ہے اور یقیناً پیارے شہزادوں نے بھی ان موتیوں کو اپنے گلے کی مالا بنایا تھا اور ہر آن ہر گھڑی تعلیماتِ اسلامیہ کے مطابق ہی بسر کی تھی، مگر آج افسوس یہ ہے کہ ہم حضرتِ علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین سے محبت کے بلند و بانگ دعوے تو کرتے ہیں مگر ہمارا کردار اُن کی سیرت، صورت اور مشن کے سراسر خلاف ہوتا ہے۔ جبکہ عمل وقول کا اس قدر تضاد تباہی کا موجب ہے، آیئے صرف زبان ہی سے نہیں عمل سے اور اچھے کردار سے اہل بیت سے محبت کا ثبوت دیں اور رضائے الٰہی کے لئے ہر قربانی پیش کریں۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

بابائے حسنین رضی اللہ عنہما کی حکمت بھری باتیں:

شیعہ حضرات کے ہاں نہج البلاغہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات تصور کرتے ہیں۔ ہم اسی کتاب سے چند نصیحت آموز باتیں تحریر کرتے ہوئے اپنی کتاب کا اختتام کرتے ہیں تاکہ عقیدہ کی اصلاح اور اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہو سکے۔

1) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَبَاهِتٌ مُفْتَرٍ قَالَ الرَّضِيُّ وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ غَالٍ وَّمُبْغِضٌ قَالٍ۔ (نہج البلاغہ، صفحہ 823)

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا اور دوسرا جھوٹ و افتراء باندھنے والا۔ سید رضی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس کے مانند ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت

میں غلو کرنے والا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی روشنی میں ہم اہل حدیث بڑی خوشی سے یہ بات کہتے ہیں کہ ہم ہلاکت سے محفوظ ہیں، آپ کی شان میں غلو کرتے ہوئے آپ کو خدا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں اور نہ ہی آپ کی تنقیص کرتے ہوئے آپ کی شان اور خلافت کے منکر ہیں۔ بلکہ آپ ہمارے ہاں شجاع، متقی، جبلِ علم و عمل، دامادِ مصطفیٰ اور چوتھے برحق خلیفہ ہیں اور جنتی جوانوں کے سردار حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والدِ گرامی قدر ہیں۔

2) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ضَعْ فَخْرَكَ وَاحْطُطْ كِبْرَكَ وَاذْكُرْ قَبْرَكَ (صفحہ 806)

فخر و سربلندی کو چھوڑ دو، تکبر و غرور کو مٹاؤ اور قبر کو یاد رکھو۔

فائدہ: آپ رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت پر عمل کرنے سے تمام مذہبی لڑائیاں ختم ہو سکتی ہیں اور امن و سکون کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ فخر و غرور اور انجام کی بے خبری ہی بدعقیدہ، بدعمل اور بدکردار بناتی ہے۔

3) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَحَدٍ سُوءً وَأَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلًا۔ (صفحہ 796)

کسی کے منہ سے نکلنے والی بات میں اگرچہ اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

فائدہ: آج تو اچھے بھلے مفہوم کو بگاڑ کر دوسرے پر مسلط کرنا علمی و تحقیقی میدان کی معراج سمجھا جاتا ہے۔ بے بنیاد، سنی سنائی اور موضوع و مردود باتوں کو لے کر بڑی جرأت و دلیری سے کفر و شرک کے فتوے صادر کئے جاتے ہیں۔ آپ کے اس فرمان کی روشنی میں ہمیں اپنے اس جاہلانہ رویے پر نظرثانی کرنی چاہیے۔

4) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَللَّجَاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْيَ

ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

فائدہ: اور آج بھی حق ماننے کا حوصلہ پیدا ہو جائے تو سارے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں مگر اکثر مولوی حضرات اپنی جھوٹی چودھراہٹ کے لئے ہٹ دھرمی اور ضد کو ختم نہیں کرتے اور ساری زندگی اپنی جھوٹی شہرت کی خاطر لوگوں کو اندھیرے میں رکھتے ہیں۔ اور اپنی عاقبت کھوٹی کرتے ہیں۔

5) آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهٖ فَلْيَدَعِ الْمِرَاءَ

جسے اپنی عزت و آبرو عزیز ہو وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

فائدہ: مگر افسوس آج لڑائی جھگڑا ہی عزت و آبرو کا معیار بن چکا ہے۔ مذہبی لڑائی جھگڑے اپنی فتح کے نشان سمجھے جاتے ہیں، زیادہ گالیاں دینے والا، زیادہ نقصان کرنے والا اور زیادہ قتل و غارت کرنے والا گروہ اپنے آپ کو باعزت اور کامیاب سمجھتا ہے۔ جبکہ ایسے گروہ کی عزت و عظمت اللہ کے ہاں، اللہ کے فرشتوں کے ہاں اور اللہ کے نیک بندوں کے ہاں ذرہ برابر نہیں رہتی۔

یہ عظیم نصیحتیں کہ جن سے کتب کے اوراق روشن ہیں، اللہ ان کے ذریعے ہمارے سینے بھی روشن فرمادے اور بغض و حسد اور جہالت و نفاق اور ہٹ دھرمی و غلو سے محفوظ فرما کر ایک نیک سیرت سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیری سی کاوش کو میرے لئے میرے جدّین، والدین، اساتذہ اور مخلص ساتھیوں کے لئے صدقہ جاریہ بنائے جنہوں نے مجھے دعاؤں میں یاد رکھا اور قیمتی تجاویز اور آراء سے نوازا اور ہر معاملہ میں میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔

آمین ثم آمین **تمت بالخير**

محبّ اہل بیت و صحابہ

عبدالمنان راسخ

غفر الله له ولوالديه ولأساتذته

خادم السنة النبوية الشريفة

01-01-2008

قارئین وواعظین کی خدمت میں

احادیث صحیحہ اور چند آثارِ مستندہ کی روشنی میں آپ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت، شان، منزلت وعلومرتبت، رفعت، جلالت اور بلند مقام کا تذکرہ پڑھ چکے ہیں۔

الحمد للہ اب ہمیں ان شہزادوں کی شان کے لئے، ضعیف، متروک اور موضوع روایات وواقعات بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعض احباب شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جب تلک ان کی عظمت میں موضوع احادیث یا من گھڑت واقعات نہ سنائے جائیں تو ان کی شان بیان نہیں ہوتی اور مجمع نہیں تڑپتا۔ یہ محض ان کی خام خیالی ہے اور قرآن وحدیث سے تجاوز ہے جو کہ باعث ہلاکت ہے۔

جب صحیح ذخیرہ حدیث سے اسقدر بلند شان واضح ہے تو پھر غیر ثابت احادیث و قصص بیان کرنا یقیناً غلو اور ناانصافی ہے ویسے بھی کوئی ایسی بات کہنا جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح ثابت نہ ہو تو یہ شرعاً جائز نہیں۔ لیکن صد افسوس کہ اس موضوع پر تحریر یا تقریر کرتے وقت صحت قصہ یا حدیث کا قطعاً خیال نہیں رکھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو غلو سے محفوظ فرمائے اور صحیح معنوں میں کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

○ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو ممتاز، باعمل علمائے کرام کی قیادت نصیب فرمائے، جو منبر ومحراب اور سٹیج کی زینت بنتے ہوئے صحیح معنوں میں دین اسلام کی خدمت کریں۔ افسوس اس وقت اسٹیج پر جہلاء خطباء و واعظین کا غلبہ ہے، جو بے راہ روی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ علم کی حقیقت سے ناآشنا ہیں اور امت کو جہالت وگمراہی کی دلدل میں دھکیل رہے ہیں۔

اللھم انا نسئلك الخير ونعوذبك من الشر

دورانِ تحریر زینتِ مطالعہ بننے والی کتب

((القرآن الکریم)) کلام رب العالمین نزل به الروح الامین علی رسوله النبی الکریم

((إرواءُ الغليل فی تخريج احاديث منار السبيل)) تالیف الامام شیخ الاسلام محمد ناصرالدین الألبانی المتوفی ۱٤۲۰ھ الطبعة الاولیٰ ۱۹۷۹م المكتب الإسلامی بیروت،

((الاستيعاب فی معرفة الاصحاب)) ابن عبدالبر،دائرة المعارف، جنوبی الهند، مدينة الحيدر آباد

((اسد الغابة فی معرفة الصحابة)) للامام ابن اثير،المكتبة الاسلامية،بطهران

((الاصابة فی تمييز الصحابة)) لابن حجر المطبعة الشرفية 1907

((بحار الانوار ،الجامعة لدرر اخبار الأئمة الأطهار)) محمد باقر، دارالاحياء التراث العربی

((تاج العروس)) للإمام اللغوی السيد محمد مرتضٰی الزبیدی طبعة دار ليبياللنشر والتوزيع بنغازی۔

((تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والاعلام)) للامام محمد بن عثمان الذهبی، دارالكتاب العربی بيروت لبنان

((تاریخ اسلام)) اکبر شاہ خان نجیب آبادی، نفیس اکیڈمی لاہور طبع ہفتم ۱۹۷۰م

((تاريخ بغداد أومدينة السلام)) للحافظ ابی بكر احمد بن علی الخطيب البغدادی المتوفی ٤٦۳ھ الناشر دارالكتاب العربی بيروت

((تحفة الأحوذی)) للإمام عبدالرحمٰن المباركفوری دارالكتاب العربی، بيروت، لبنان

((**تفسیر القرآن العظیم**)) للحافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر المتوفی ٧٧٤ مکتبة طیبة للنشر والتوزیع بیروت

((**تقریب التهذیب**)) ابن حجر الطبع القدیم من الکنوء

((**تهذیب التهذیب**)) للإمام ابی الفضل احمد بن علی بن حجر المتوفی ٨٥٢ھ الطبعة الأولیٰ مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة فی الهند

((**تیسیر الباری ترجمه و شرح صحیح بخاری**)) از علامه وحید الزمان نعمانی کتب خانه و تاج کمپنی لاهور

((**خیر الاقوال والافعال فی زمن الاهوال**)) محمد فالح العجمی ،طبعة کویت

((**رحمة للعالمینﷺ**)) از قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رحمہ اللہ ناشرین،شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز،چوك انار کلی، لاهور

((**سلسلة الاحادیث الصحیحة و شئی من فقهها وفوائدها**)) للإمام العلامة المحدث ناصرالدین الالبانی، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع الریاض

((**سنن ابن ماجه**)) للإمام ابن ماجه القزوینی بترقیم محمد فواد عبدالباقی

((**سنن ابی داؤد مع العون**)) دار الکتاب العربی بیروت

((**السنن الکبریٰ**)) للإمام المحدث احمد بن الحسین البیهقیؒ المتوفی ٤٥٨ھ نشرالسنة ملتان،اسلامی جمهوریه پاکستان

((**سنن النسائی**)) للإمام احمد بن شعیب النسائی المتوفی ٣٠٣ھ المکتبة السلفیة بلاهور پاکستان

((**سیر اعلام النبلاء**)) للإمام شمس الدین محمد بن احمد الذهبی المتوفی ١٣٧٤م موسسة الرسالة بیروت

((**سیرت النبیﷺ**)) از علامه شبلی نعمانیؒ و علامه سید سلیمان ندویؒ،اعلیٰ ایڈیشن، اداره اسلامیات، پبلشرز، بك سیلرز،لاهور

((**صحیح بخاری مترجم**)) ترجمه و تشریح محمد داؤد رازؒ طبعة

الاولیٰ ۲۰۰۱ء مکتبہ قدوسیہ لاہور
((صحیح تاریخ طبری)) محقق و مخرج دار ابن کثیر، دمشق بیروت
((صحیح سنن الترمذی مترجم)) للإمام المحدث الالبانی و ترجمہ گوندلوی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۱ھ جامعۃ تعلیم القرآن سیالکوٹ
((صحیح المسلم)) ناشر نور محمد اصح المطابع کراچی
((صحیح موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان)) للإمام الکبیر ناصر الدین البانی طبعۃ دارالصمیعی للنشر والتوزیع ریاض
((عون المعبود شرح سنن ابی داؤد)) للشیخ المحدث شمس الحق ڈیانوی، دارالکتاب العربی بیروت لبنان
((غصن الرسول)) تقدیم الدکتور محمد بن فتح اللہ بدران بقلم فواد علی رضا مؤسسۃ المعارف بیروت لبنان طبعۃ ۱۹۹۸ء
((کتاب الشریعۃ)) للإمام المحدث محمد بن الحسین الآجری المتوفی ۳۶۰ دارالوطن الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
((کتاب فضائل الصحابۃ)) للإمام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ دارابن الجوزی الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
((فتاوی ابن تیمیۃ)) طبعۃ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ علی نفقۃ اصحاب الخیر
((فتح الباری بشرح البخاری)) تالیف الحافظ شہاب الدین أبی الفضل العسقلانی المعروف بابن حجر طبعۃ شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر ۱۹۵۹م
((الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی)) تالیف احمد عبدالرحمٰن البناء الشہیر بالساعاتی دارالحدیث القاھرہ
((لسان العرب)) لابن منظور محمد بن مکرم الانصاری المتوفی ۷۱۱ھ طبعۃ الدارالمصریۃ للتالیف

((اللؤلؤ والمرجان فيما اتفق عليه الشيخان إماما المحدثين)) تاليف محمد فواد عبدالباقی الطبعة الاولیٰ ١٩٩٤م جمعية إحياء التراث الإسلامی

((مجمع الزوائد و منبع الفوائد)) للحافظ نورالدين علی بن ابی بكر الهيثمی المتوفی ٨٠٧ھ طبعة ١٩٨٦م من منشورات موسسة المعارف بيروت

((المستدرك علی الصحيحين)) لابی عبدالله الحاكم النيسا بوری مكتب المطبوعات الاسلامية حلب

((مسند ابی يعلی الموصلی)) للإمام أحمد بن علی بن المثنی التميمی بتحقيق حسين سليم دار الماعون للتراث/ وبتحقيق الشيخ الأثری دار القبلة للثقافة الاسلامية جده

((مسند احمد)) للإمام الشهير احمد بن حنبلؒ /بتحقيق احمد محمد شاكر دارالمعارف للطباعة والنشر بمصر

((مصنف ابن ابی شيبه)) للإمام عبدالله الكوفی المتوفی ٢٣٥ھ الدار السلفية الهند

((المعجم الكبير)) للحافظ ابی القاسم سليمان بن احمد الطبرانی المتوفی ٣٦٠ھ مطبعة الوطن العربی

((معجم مايخص آل البيت النبوی)) تاليف الدكتور عبدالكريم بن إبراهيم بن محمد آل غضية المتوفی ١٤٢٠ھ بالمدينة المنوره دارابن الجوزی السعوديه

((المعجم الوسيط)) للأساتذه إبراهيم مصطفیٰ وأحمد حسن الزيات وحامد عبدالقادر ومحمد علی النجار المكتبة العلمية طهران

((منتقی حياة الصحابه)) محمد يوسف الكاندهلوی ، دار الفيحاء ، بيروت

((المنجد جديد عربی اردو)) ناشر دارالاشاعت كراچی طبعة

۱۹۷۵ء

((میزان الاعتدال فی نقدالرجال)) تالیف ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی تحقیق علی محمد البجاوی دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان

((النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر)) للإمام مجدالدین مبارک الجزری ۶۰۶ھ دار الفکر بیروت لبنان

((نہج البلاغہ)) ترجمہ و حواشی مفتی جعفر حسین، معراج کمپنی لاہور

((ھامش المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ)) للإمام المحدث الماہر بعلم الرجال ابن حجر العسقلانی الطبعۃ للدار العاصمۃ ۲۰۰۰م

((ھدایۃ الرواۃ الی تخریج احادیث المصابیح والمشکاۃ)) لابن حجر ، دار ابن قیم، دار ابن عفان، طبع مصر

تعارف

راسخ اکیڈمی

والدگرامی حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن راسخ رحمہ اللہ تعالیٰ بہترین مبلغ، موثر خطیب، دین حق کے بے لوث داعی، مہمان نواز، ملنسار، خوش گفتار اور با اخلاق اور باعمل عالم دین تھے۔ آپ حکمت و خطابت کے ساتھ ساتھ شوقِ تصنیف و تالیف سے بھی سرشار تھے۔ آپ نے علمی موضوعات و مقالات کی اشاعت کے لیے راسخ اکیڈمی قائم کی اور اس کے تحت مولانا صدیق رحمہ اللہ کے علمی مقالات اور شاعرِ اسلام سعید الفت کے شعری کلام کو شائع کیا۔ مستقبل میں آپ کئی علمی و تحقیقی اور تربیت و اصلاحی کتب کو شائع کرنے کا پروگرام رکھتے تھے کہ اللہ کا پیغام آ گیا اور آپ دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللھم اغفرلہ

الحمدللہ میں نے والدِ گرامی کے اس نیک مشن کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے راسخ اکیڈمی کی نشأۃِ ثانیہ کی ہے، وقتاً فوقتاً راسخ اکیڈمی کے تحت علمی و تحقیقی کتب آپ کے پیش خدمت ہوں گی اور والدِ گرامی کے خطبات و مقالات کو عنقریب شائع کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے والدِ گرامی کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہم سب کو دین، دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

عبدالمنان راسخ

ڈائریکٹر راسخ اکیڈمی، فیصل آباد

0300-6686931

مؤلف کے قلم سے علم و تحقیق کے جواہر

1) گلستانِ رسالت ﷺ کے دو پھول	عام قیمت:40روپے
2 انسانیت کا زیور نرمی	عام قیمت:36روپے
3) لعنتی کون	عام قیمت:50روپے
4) مسنون رکعاتِ تراویح	عام قیمت:14روپے
5) تاریخ واصطلاحاتِ حدیث	عام قیمت:25روپے
6) معجم اصطلاحات اصول الفقہ	قیمت:60روپے
7) معجم اصطلاحات الاحادیث النبویہ	قیمت:70روپے
3) گالی حرام ہے۔	عام قیمت:40روپے
9) مفلس منا	قیمت:40روپے
10) آپ پر سلامتی ہو!	قیمت:80روپے
11) گھر برباد کیوں ہوتے ہیں؟	قیمت:60روپے
12) ترجمہ وفوائد سلسلہ احادیث صحیحہ	==========

یاد رہے! مصنف کی تمام کتب صحیح احادیث اور مستند واقعات پر مشتمل ہوتی ہیں محدثین کرام اور جمہور اہل علم کی آراء کا مکمل لحاظ اور احترام کیا جاتا ہے۔

نوٹ: مؤلف کی رہنمائی کیلئے 0300-6686931

برائے مراسلات: 479،C بلاک، علامہ اقبال کالونی، فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com
شانِ حسن وحسین رضی اللہ عنہما
مفسر قرآن، پروفیسر حافظ عبدالستار حامد مصنف کتب کثیرہ
فاضل مصنف علمی وتحقیقی ذوق کے مالک ہیں۔ منفرد، مختصر، مستند اور جامع
مواد و زینت کتاب بنانا ان کی امتیازی خوبی ہے اور بلاشبہ ان کی یہ کتاب بھی اپنے
موضوع اور مواد کے لحاظ سے بے مثال ہے۔
پروفیسر چوہدری یٰسین ظفر جامعہ سلفیہ فیصل آباد
مولانا ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ کی سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کا
منہ بولتا ثبوت ہے، انہوں نے افراط وتفریط سے ہٹ کر نہایت معتدل رستہ اختیار
کیا ہے اور حقائق کو واضح کیا ہے۔ اہل سنت کے موقف کی ترجمانی کی ہے اور ثابت
کیا ہے کہ اہل بیت اور حسنین کریمین کے حقیقی وارث اہل سنت ہی ہیں۔
علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری پرنسپل البدر یونیورسٹی ساہیوال
نوجوان عالم دین مولانا ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ نے سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما
کے فضائل ومناقب سے متعلقہ احادیث مبارکہ کو جمع کیا۔ اصول حدیث کو
ملحوظ رکھا۔ روایات کی صحت کا اہتمام کیا اور نہایت دلآویز عنوانات ترتیب
دیے۔ احادیث شریفہ کا اردو ترجمہ نہایت سلیس اور عمدہ اسلوب میں کیا اور تشریحی
نکات اس انداز میں مرتب کیے ہیں کہ جن کے مطالعہ کے بعد ایک صاحب ذوق
یقیناً جہاں ایمان کی چاشنی محسوس کرے گا وہاں اس کے سامنے "خارجی ذہنیت"
کے پھیلائے ہوئے متعدد شکوک وشبہات کا پردہ بھی چاک ہوگا۔
راسخ اکیڈمی
بانی: مولانا حکیم عبدالرحمن راسخ رحمہ اللہ
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ